وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ۝

اور جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دے دی ہودؑ کو اور جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ بوجہ اپنی رحمت کے اور ہم نے نجات دے دی انہیں سخت عذاب سے * اور یہ قوم عاد (کی داستان) ہے انہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کرتے رہے ہر سرکش منکر حق کے حکم کی * اور ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن بھی سنو! عاد نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سنو! ہلاکت و بربادی ہو عاد کے لئے جو ہودؑ کی قوم تھی۔ (۱۱/۵۸ تا ۶۰)*

۵۸۔ اور جب ہمارا حکم یعنی عذاب کا حکم یا عذاب ان کو پہنچا تو ہم نے ہودؑ کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے مومنوں کو اپنی مہربانی کے ساتھ بچا لیا اور سخت عذاب سے بچا لیا یعنی ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اپنی رحمت سے ان کو محفوظ رکھا یا رحمت سے مراد ایمان یعنی ہم نے جو ایمان ان کو عطا کیا تھا اس کی وجہ سے ان کو محفوظ رکھا۔ مومنوں کی کل تعداد چار ہزار تھی۔ عذاب غلیظ سے مراد ہے طوفان جس سے قوم عاد کو ہلاک کیا گیا تھا (مظہری)

۵۹۔ وہ یہ قوم عاد تھی جس نے اپنے رب تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ یعنی آیات ربانی پر یقین ہونے کے باوجود انکار کیا عمداً۔ یعنی وہ جانتے تھے کہ واقعی یہ آیات ربانیہ ہیں لیکن پھر بھی منکر ہو بیٹھے یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے جب اس سے طلب کی جائے تو وہ انکار کر دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ فلاں شے اس کے پاس بطور امانت ہے لیکن جان بوجھ کر انکار کرتا ہے اور اسی پر ڈٹ جاتا ہے یہ بھی ایسے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کی نافرمانی کی۔ بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ہر فرد انکار و تکذیب ہی بکتا تھا اور وہ اپنے سرداروں کی وجہ سے انکار و تکذیب کرتے تھے۔ اور ان کے نچلے طبقے کے لوگوں نے فرمانبرداری کی ہر سرکش متکبر کی۔ وہ ایسے بدبخت تھے کہ ایمان اور نجات کے داعی کی نافرمانی کرتے اور جو کفر و عصیان اور شرارت میں ڈالے اس کے فرمانبردار تھے (روح البیان)

۶۰۔ خدا کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر لعنت خداوندی ہوگی اور پکار دیا جائے گا کہ عادی خدا کے منکر ہیں حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے

ان کی زبان خدا کی بخشش بھی ان پر ہوتی رہی۔ (ابن کثیر)

لغوی اشارے ✶ **جَحَدُوْا** : انھوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے (فَتَحَ) جَحْدٌ اور جُحُوْدٌ سے جس کے معنی دل میں جس چیز کا اثبات ہو اس کی نفی اور جس کی نفی ہو اس کا اثبات کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● **عَصَوْا** : انھوں نے نافرمانی کی۔ انھوں نے اطاعت نہ کی۔ انھوں نے کہنا نہ مانا مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب عصوا اصل میں عَصَيُوا تھا یاء متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے اس یاء کو الف سے بدل دیا اب واو اور یاء دو ساکن جمع ہوئے لہذا الف گر گیا اور عصوا رہ گیا ● **عَنِيْدٍ** : عناد رکھنے والے، مخالف، ضدی۔

جَبَّار : شکستگی کو جوڑنے والا، جبر کرنے والا، زبردست، سرکش۔ جبر سے مبالغہ واحد جبر کے معنی زبردستی، ظلم۔ غلبہ ہے شکستگی کو جوڑنا ہے خداوند تعالیٰ کا اسم صفت آخری دو معنی کے اعتبار سے ہے (قاموس القرآن)

مفہومات مزید : آیت شریف میں حضرت ہودؑ اور مومنوں کو عذاب سے نجات دیئے جانے کا ذکر ہے۔

عذاب درحقیقت سخت سزا اور دکھ کی مار کو کہتے ہیں۔ المصباح المنیر میں لکھا ہے کہ عَذَابٌ تَعْذِيبٌ (سزا دینا) سے اسم یعنی حاصل مصدر ہے اصل میں عربی زبان میں اس کے معنی مارنے کے ہیں لیکن پھر درد ناک سزا کے لئے استعمال کیا جانے لگا اور استعارہ کے طور پر امور شاقہ کو بھی عذاب کہنے لگے چنانچہ محاورہ ہے السفر قطعة من العذاب یعنی سفر تو عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ مفردات القرآن میں ہے کہ عذاب کے معنی سخت دکھ دینا۔ شیخ ابو الطیب تامی اس کا اشتقاق سے نقل کرتے ہیں عذاب کلام عرب میں عَذْبٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں... عذاب کو عذاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ سزا یافتہ کو دوبارہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتا ہے اور نہ صرف اسے بلکہ اوروں کو بھی اس کے کرنے سے باز رکھتا ہے... اس کے معنی سخت دکھ اور درد و الم کے بھی آتے ہیں (ل ق) اللہ تعالیٰ سے کسی کا قول یا فعل چھپا ہوا نہیں قوم ہودؑ کی نافرمانیاں، سرکشی، کفر و عصیان کیا جب حد سے بڑھ گئے اور قوم والے حضرت ہودؑ کی دعوت اور تعلیمات سے نصیحت پذیر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم نافذ ہوئے ساری قوم سے صرف چار ہزار افراد ہی دولت ایمان سے بہرہ مند ہوئے اور بوقت عذاب اللہ تعالیٰ نے انھیں حضرت ہودؑ کے ساتھ بچا لیا اور وہ عذاب کے شکار ہونے سے محفوظ رہا جب کہ قوم عاد کو ان کی سرکشی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ انھیں دردناک عذاب سے ہلاک کیا گیا۔

- قوم عاد بھی عجیب و غریب تھی کہ اس نے اپنے مالک و پروردگار کی آیات اور نشانیوں کا انکار کیا اور اپنے انکار پر شدت کے ساتھ ڈٹی رہی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی نافرمانی انھوں نے اپنا شعار اور وتیرہ بنا لیا جب کہ ہر سرکش، ضدی، جابر و ظالم، مغرور، متکبر کی بات اور اس کا کہنا بے چون و چرا مان لیتے تھے
- نافرمان اور سرکشوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں جگہ لعنت پیچھے پڑی رحمت حق سے محرومی ان کا مقدر بنی۔ عاد والوں نے اپنے رب کی ناشکری کی اس وجہ سے ان کی بربادی ہوئی۔ عاد، حضرت ہودؑ کی قوم والے تھے۔

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۖ هُوَ
اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْهِ ۚ اِنَّ
رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ
اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ قَالَ
یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ
یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ۝

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو (ہم نے بھیجا) وہ بولے اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی بھی تمہارا معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں اس زمین میں آباد کر دیا سو تم اسی سے گناہ معاف کراؤ اور اسی کی طرف توجہ کرو بے شک میرا پروردگار قریب ہے قبول کرنے والا * وہ بولے اے صالح (علیہ السلام) تم تو اس کے قبل ہم میں بڑے ہونہار تھے (تو) کیا تم ہمیں (اس سے) منع کرتے ہو کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے اور ہم تو اس کی طرف سے بڑے شک میں ہیں تردد میں پڑے ہوئے جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو * (صالح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم والو! بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت (خاص) عطا کی ہو سو (یہ تو بتاؤ) مجھے کون بچائے گا اللہ سے اگر میں اس کی نافرمانی کروں سو تم تو سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو۔ (۱۱/۶۱ تا ۶۳ * ت: م)

۶۱۔ حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے رکنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے تم سب کے باپ آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ اس میں گزر کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہیئے اسی کی طرف جھکے رہنا چاہیئے وہ بہت ہی قریب ہے اور قبول فرمانے والا ہے۔ (ابن کثیر)

۶۲۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے کہا جب انہیں صالح نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دی اے صالح! تم ہمارے درمیان تھے ہمارا معتقد اس سے قبل یعنی اس دعوت سے پہلے ہمارے ہی نہایت نیک انسان اور ہم بھلائی کا معتقد اور تمہارے اندر ہر بھلائی کی علامات نظر آتی تھیں اور ہم سمجھے تھے کہ (تم ہی) ہمارے سردار ہو گے اور ہم (تم سے) بہت فوائد حاصل کریں گے اور اپنے کاروباری مشورے لیں گے اور اپنے جملہ امور کا رہبر بنائیں گے لیکن جب سے ہم نے

تم سے یہ باتیں سنی ہیں تو ہماری تمام امیدیں منقطع ہو گئیں * کیا تم ہمیں روکتے ہو ان کی عبادت سے جن کی ہمارے آبا نے پرستش کی ہم شک میں ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔ تمہارا یہ معاملہ شک میں ڈالنے والا ہے (روح البیان)

63۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے لوگوں نے پہلے تو بڑی منت سماجت کی ہوگی اپنی توقعات اور امیدوں کا واسطہ دیا ہوگا کہ آپ اس نئی دعوت سے باز آجائیں پھر ذرا دھمکا کر آپ کو (معاذ اللہ) کی کوشش کی ہوگی۔ ان کی ترغیب و ترہیب کے جواب میں آپ نے فرمایا ہوگا کہ اے قوم! بھلا کہو تمہیں تو یہ باتیں نظر نہیں آرہیں لیکن میں تو دیکھ رہا ہوں کہ آفتاب صداقت ضوفشاں ہے میری چشم بصیرت کو میرے پروردگار کی وحدانیت اور کبریائی کے جلوے قدم قدم پہ نظر آرہے ہیں میں کس طرح ان تابندہ حقائق کا انکار کرسکتا ہوں۔ اگر ان حقائق کو یوں بے نقاب دیکھ لینے کے بعد میں تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کا انکار کردوں تو اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو کیا تم میں سے کسی میں اتنا دم خم کہ وہ مجھے چھڑا لے۔ تم میرے خیر خواہ بن کر مجھے سمجھا رہے ہو لیکن میں تمہاری بات نہیں مان سکتا کیونکہ اس میں سراسر نقصان ہے مجھے ایسے نادان دوستوں کی نصیحتوں کی ضرورت نہیں (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے * اَنْشَاَكُمْ : اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تمہاری پرورش کی۔ اَنْشَاَ صیغہ ماضی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ● اِسْتَعْمَرَكُمْ : اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ اِسْتِعْمَارٌ سے جس کے معنی آباد کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر ● مُجِيْبٌ : اسم فاعل واحد مذکر نکرہ اِجَابَةٌ مصدر (باب افعال) جوب مادہ، دعا قبول کرنے والا، دینے والا (دنیا میں یا آخرت میں) ● مَرْجُوًّا : اسم مفعول مذکر رَجَاءٌ مصدر۔ امید گاہ، جس سے آس لگی ہو (ل ق)

مفہومات مزید : ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ لغات القرآن میں ہے کہ لفظ ثمود کو بعض عجمی بتاتے ہیں اور بعض عربی اور چونکہ یہ قبیلہ کا نام ہے اس لئے غیر منصرف پڑھتے ہیں عربی ہونے کی صورت میں یہ ثَمَدٌ سے مشتق ہے بروزن فَعُوْلٌ، ثَمَدٌ بارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے سردیوں میں باقی رہتا ہے اور گرمی میں سوکھ جاتا ہے۔ امام لغت ابو عمرو بن العلاء نے صراحت کی ہے کہ "چونکہ قوم ثمود میں پانی کی کمی تھی اس لئے وہ ثمود کے نام سے موسوم ہوئے۔ ثَمَل کثرت پانی کو کہتے ہیں ان کی آبادیاں حجر میں حجاز و شام کے درمیان وادی القریٰ تک واقع تھیں۔ انوار التنزیل میں ہے کہ ثمود کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر ہی اس قوم کا نام پڑ گیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لفظی تحقیق کے ساتھ ارض القرآن میں وضاحت کی ہے کہ ثمود کے معنی عام سامی زبانوں میں وہی ہوں گے جو عربی میں تھا لو کے معنی ہیں اور بہت سے قبائل عرب کے نام ہیں۔

وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ
فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ
ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

اور اے میری قوم! یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا * تو انہوں نے اس کی کوچیں کاٹیں تو صالحؑ نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا * پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے صالحؑ اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بے شک تمہارا رب قوی عزت والا ہے (۱۱/۶۴ تا ۶۶ * ت:ک)

۶۴۔ قوم ثمود نے (حضرت صالح علیہ السلام سے) کہا اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے پتھر کی چٹان سے ایک اونٹنی جو دس ماہ کی گابھن بھی ہو برآمد کر دو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کر دی، فوراً چٹان سے ایک اونٹنی برآمد ہو گئی جس کا بچہ بھی فوراً ہو گیا اس وقت آپ نے فرمایا۔ اور اے قوم والو! یہ (جو براہ راست بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئی تھی) اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے پس اس کو اللہ کی زمین میں گھومتی پھرتی رہنے دو تاکہ زمین کا سبزہ چرتی پھرے اور زمین کا پانی پیتی رہے تم پر اس کی خوراک اور پانی کا کوئی بار نہیں اور اس کو بری نیت سے ہاتھ مت لگانا ورنہ تم کو عذاب الٰہی سے دوچار ہونا پڑ جائے گا یعنی تین دن میں تم پر عذاب آ جائے گا۔ (مظہری)

۶۵۔ وہ اونٹنی گرمیوں میں جب وادی کے کنارے بیٹھتی تو ڈر کے مارے کافروں کے جانور وادی کے اندر چھپ جاتے اور سردیوں میں وادی کے اندرونی حصے میں جا بیٹھتی تو ان کے جانور وادی کے کنارے باہر سردی میں ٹھٹھرتے رہتے کافروں پر یہ بات ناگوار گزری کہ ان کے جانور اونٹنی کی وجہ سے تکلیف میں رہیں تو اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ یہ ظلم قدار نامی شخص نے کیا جسے کفار نے حکم دیا تھا یا کم از کم اس کی اس غلطی سے سب خوش تھے ملکہ وہ گناہ ہوا تو نحوست اپنی تمام بستی میں بانٹ دیا تو حضرت صالحؑ نے فرمایا گزار لو اپنے شہر یا اپنے گھروں میں تین دن۔ پھر تمہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا یہ وہ وعدہ ہے کہ جو جھوٹا نہیں ہوگا۔ (بحوالہ روح البیان)

۶۶۔ تو اس غافل ناشکری قوم پر جب آیا ہمارا عذاب یا فیصلہ عذاب تو ہم نے بچا لیا اپنے پیارے نبی صالحؑ کو اور ان کے ساتھیوں کو ایمان لا چکے تھے یا جو ان پر ایمان لا چکے تھے یا جو ایمان والے ان کے ساتھ رہتے تھے۔ بچا لیا ہم نے اپنی رحمت کے ذریعہ جو خاص ہماری طرف سے تھی

بغیر کسی استحقاق کے۔ بچا لیا ہم نے ان سب کو اس ذلت یا پریشانی یا رسوائی سے یا اس طرح کہ وہ عذاب ان مومنوں کو نہ دکھایا نہ سنایا تاکہ اس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر تکلیف نہ پریشان ہوں۔ اس طرح کرنا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا کیونکہ (اے محمد ﷺ) آپ کا رب بہت قوت والا ہے کہ عذاب آیا کفار کو سنایا اور گزر گیا مومنین ذکر الٰہی میں اس طرح مخمور ہوئے کہ ان کو پتہ بھی نہ تھا کیونکہ بھیجنے والا عزیز و غالب ہے دشمنوں پر۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * تَمَسُّوْهَا : تم اس کو ہاتھ نہ لگاؤ، تم اس کو چھیڑو۔ تَمَسُّوْا مَسٌّ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ لَا تَمَسُّوْا (تم اس کو ہاتھ نہ لگاؤ) فعل نہی ہے ● عَقَرُوْا : اس نے کونچیں کاٹ دیں (ضرب) عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، کونچیں کہتے ہیں پاؤں کے پٹھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں عرب میں دستور تھا کہ اونٹ کو حلال کرنا ہوتا تو پہلے اس کی کونچیں کاٹتے تاکہ بھاگ نہ جائے۔ پھر اس کو نحر کرتے۔ فیومی نے مصباح میں لکھا ہے عَقْرٌ کا استعمال صرف کونچیں کاٹنے کے لئے ہوتا ہے اور کبھی کبھی نحر کے معنی میں بھی آتا ہے ازہری نے اسی کی وجہ بھی یہی لکھی ہے کہ چونکہ نحر عام طور پر عقر کے بعد ہی ہوا کرتا ہے اس لئے اس سے نحر کرنا بھی مراد لیتے ہیں (تاج العروس) ● خِزْیٌ : ذلت، خواری، رسوائی خَزِیَ یَخْزٰی کا مصدر ہے (ل ق)

مفہومات مزید * قوم ثمود پہاڑوں میں بہت خوبصورت مکانات تعمیر کرنے کا فن جانتی تھی ایک قول کے مطابق سنگتراشی کی ابتدا انہی سے شروع ہوئی۔ اس قوم کے مورث اعلیٰ ثمود نے اپنی رہائش یمن سے دور سنگلاخ علاقہ میں اختیار کی وہیں پھیلنے والی ان کی نسل ثمود سے موسوم ہوئی اور سنگتراشی میں ماہر ہوئی۔ مدارک میں ہے کہ ثمود والوں کی عمریں طویل تر ہوا کرتی تھیں ان میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جن میں ہر ایک شخص کی عمر تین سو سال ہوتی اور زیادہ سے زیادہ ہزار سال تک بھی ہوتی۔ اس کے ساتھ انہیں قوت و طاقت، فن معماری، سنگ سازی اور پتھروں کی کاریگری اور چند ہنر مندیاں بھی ملی تھیں۔ قوم ثمود نے کثرت سے عمارتیں، مکانات اور باغات بنا رکھے تھے۔ ان کی بعض یادگاریں تاحال موجود ہیں۔ ثمود کا دور ارتقاء و عروج عاد اول کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ ثمود بت پرستی، کواکب پرستی اور مظاہر پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حجاز سے حدود سینا تک بسنے والے ثمود کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو انہی کے بھائی بند اور قوم سے تھے آپ نے قوم کو شرک کی ضلالتوں سے نکالنے اور جادہ ایمان پر لانے کے لئے دعوت حق دینے کا کام علی الاعلان شروع فرمایا آپ نے بہ عمر چالیس سال منصب نبوت کے فرائض کی ادائیگی کا آغاز کیا اور ساری زندگی اس مقدس کام میں مشغول رہے۔ قوم نے آپ سے معجزہ کا مطالبہ کیا۔ ناقۃ اللہ بطور معجزہ اللہ نے آپ کو عطا کیا

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا
فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۠ وَلَقَدْ جَآءَتْ
رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ

اور ستمگاروں کو سخت آواز نے آلیا (زلزلہ کی ہیبت ناک آواز تھی یا فرشتہ کی) پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے * گویا کہ ان میں کبھی رہے ہی نہ تھے دیکھو (قوم) ثمود نے اپنے رب تعالیٰ کا انکار کیا تھا دیکھو پھٹکار ہے (قوم) ثمود پر * اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر آئے، کہنے لگے سلام، اس نے بھی کہا سلام، پھر کچھ بھی دیر نہ لگی کہ ابراہیم ایک تلا ہوا بچھڑا لے کر آئے (کھانے کو)۔ (11/ 67، 69 * ت: ج)

67۔ اور پکڑا انہیں پر ظلم کرنے والوں کو چیخنے پکارنے نے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام زور سے چیخے جس سے کفار تباہ و برباد ہو گئے * کاشفی نے کہا کہ جو نبی صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب کی خبر دی انہوں نے اپنی قبریں اپنے گھروں میں کھودیں اور عذاب کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب چوتھے روز سورج طلوع ہونے تک اس وقت تک عذاب نازل نہ ہوا تو وہ گھروں سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے کو بلا کر ہنسی مذاق اور حضرت صالح علیہ السلام سے استہزاء کرنے لگے۔ دریں اثناء حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوئے۔ آپ کے پاؤں زمین پر اور سر آسمان پر تھا پھر اپنے پر پھیلائے جنہوں نے مشرق و مغرب تک تمام روئے زمین کو ڈھانک لیا آپکے پاؤں زرد، بال سبز، دندان مبارک سفید اور چمکیلے، پیشانی نورانی اور روشن چہرہ، سر کے بال سرخ مرجان کی طرح نمودار ہوئے جب صالح علیہ السلام کی باغی قوم نے دیکھا تو سخت گھبرائی اور ڈر کے مارے اپنی کھودی ہوئی قبروں میں داخل ہو گئی۔ جب کہ جبرئیل علیہ السلام روئے زمین پر چھائے تھے وہیں کھڑے کھڑے زور سے کہا "تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ مر جاؤ" آپ کے ایک بار کہنے سے سب کافر مر گئے اور ان کے مرنے سے ان کے گھروں کو جھٹکا (زلزلہ) لگا جس سے ان کی چھتیں ان کے اوپر آ گریں * پس ہو گئے اپنے گھروں یا اپنے شہروں میں گھٹنوں کے بل مردہ پڑے ہوئے۔ یعنی مر گئے اور ان میں حس و حرکت بھی نہ تھی۔ اس میں بتانا ہے کہ ان کی بہت جلد گرفت کی گئی (روح البیان)

68۔ گویا وہ قوم یہاں کبھی آباد ہی نہ تھی۔ غور کرو کہ بے شک قوم ثمود نے کتنی سخت (ایذا) نقصان دہ کام کیا کہ اپنے رب کا کفر کیا اس طرح کہ اس کی وحدانیت کا، لاشریک ہونے کا انکار کیا۔ اس کے پیارے نبی کی گستاخی کی۔ پس اے موجود لوگو! تم کو تنبیہ اور ڈرانا اور عبرت دلانا اور آئندہ نسلوں کو یہ خبریں سنا کر ان ظلموں اور کفروں سے بچانا۔ غور کرو کیسی ہلاکت ہوئی ثمود کی۔ یا یہ سوچو کہ کیسی بد دعائیں ملیں انہیں ہر طرف سے

یہ کہ تمہاری طرح ثمود کی یادائمی عذاب ہر اس کو یا رحمت سے دوری پر ابدالآباد تک اس بدبخت قوم کو ان کے کفر وعناد اور
تکذیب اور استہزا اور موعنین ۔ عقر ناقہ وجہ سے۔ روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ غزوہ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! انبیاء کرام سے زیادہ مطالبے نہ کیا کرو۔ دیکھو قوم نے ثمود سے مطالبہ کر کے اونٹنی
حاصل کی پھر اس کی وجہ سے عذاب آیا۔ (اشرف التفاسیر)

۶۹۔ اور یقیناً پہنچے ہمارے قاصد (ملائکہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب
بن اسحٰق کی پیدائش یا قوم لوط کی) ہلاکت کی خوش خبری لے کر۔ منقول حضرت ابن عباسؓ و عطاءؒ یہ
ملائکہ تین تھے حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ۔ محمد بن کعب نے کہا جبرئیلؑ اور ان کے ساتھ
سات دوسرے ملائکہ تھے، ضحاک نے کہا نو تھے، مقاتل نے کہا بارہ تھے۔ سدی نے کہا گیارہ تھے۔
سب ملائکہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے تھے۔ فرشتوں نے کہا (ہم آپ کو) سلام کرتے ہیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم پر بھی سلام ہو۔ فرشتوں نے جملہ فعلیہ استعمال کیا جو حدوث فعل اور
زمانے کو بتا رہا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کہنے کے جملہ اسمیہ کہا جو استمرار اور دوام پر دلالت
کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب فرشتوں کے سلام سے بہتر تھا * حَنِیْذ: گرم پتھر پر بھنا ہوا۔ (مظہری)

لغوی اشارے * صَیْحَۃ: چیخ، کڑک، ہولناک آواز، نعرہ، چنگھاڑ۔ یہ صَاحَ یَصِیْحُ کا مصدر ہے
اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔ علامہ سلیمان جمل شیخ سمنی سے ناقل ہیں۔ صَیْحَۃ بروزن فَعْلَۃ
یہ صیاح کے ایک بار وقوع میں آنے کو بتاتا ہے اور "صیاح" صوت شدید (سخت عذاب) کو
کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے صاح یصیح صیاحًا یعنی زور سے چیخا (الجمل علی الجلالین) اصل میں کسی چیز کے
چیرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور سے چرائی کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو "الصیاح"
کہتے ہیں صیحہ اسی سے ہے اور چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے یعنی گھبراہٹ اور عذاب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (راغب)

معلومات مزید * جب ناقۃ اللہ معجزہ کی صورت میں ظاہر ہوئی تو حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ
تمہارا مطالبہ معجزہ کا تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اللہ کی نشانی ہے اسے مت ستاؤ اونٹنی کو زمین پر چرنے دو۔
چشمہ کا پانی ایک دن تم پیو اور ایک دن اس کے لئے چھوڑ دو۔ اگر تم نے اسے گزند پہنچایا تو تمہاری خیر نہیں۔ بدنصیب قوم نے
حضرت صالحؑ کے ارشاد کے خلاف کیا قوم کے سازشیوں نے منصوبہ بنایا کہ حضرت صالحؑ اور ان کے مومن ساتھیوں پر شبخون
مارا جائے اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں نتیجتاً ایک ہولناک زلزلہ کی صورت میں ان پر عذاب آگیا اور
حضرت صالحؑ اور مومنین کے سوا سارے نافرمان ہلاک و برباد ہو گئے۔ قوم ثمود کی سرکشی اور عدوان نے انہیں ہلاک کر دیا۔

● اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے چند خوش رو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مژدہ لے کر آئے تھے * حضرت ابراہیمؑ بے حد
مہمان نواز تھے آپ نے ان کی تواضع کے لئے بچھڑے کا تازہ بھنا ہوا گوشت پیش کیا تھا۔ (مس م ح ش)

1214

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ
اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ
وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ
شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝

پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں بڑھ رہے کھانے کی طرف تو اجنبی خیال کیا انھیں اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا ڈریے نہیں۔ ہمیں تو بھیجا گیا ہے قوم لوط کی طرف * اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے خوش خبری دی سارہ کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوبؑ کی * سارہ نے کہا وائے حیرانی! کیا میرے بچہ ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب و غریب بات ہے۔ (۱۱/ ۷۰ تا ۷۲ * ت: ض)

۷۰۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ کھانے کی طرف راغب نہیں ہیں تو ان سے اجنبیت محسوس کی اور محسوس کیا اپنے دل میں ان کی طرف سے خوف یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہو گیا۔ مہمانوں کی طرف سے دل میں خوف محسوس کیا۔ قتادہ نے کہا اس زمانہ میں ان لوگوں کا دستور تھا کہ اگر مہمان میزبان کا کھانا نہیں کھاتے تھے تو میزبان خیال کرتا تھا کہ یہ لوگ برے ارادے سے آئے ہیں ان کی نیت بخیر نہیں ہے رات کو آنے والے مہمان کو کھانا پیش کیا جاتا، اگر وہ کھا لیتا تو گھر والے اس کی طرف سے بے فکر ہو بے خوف ہو جاتے اور نہ کھاتا تو ڈرنے لگتے کہیں یہ چور تو نہیں کہ لوٹنے آیا ہو۔ حضرت ابراہیم کو بھی مہمانوں کی طرف سے برے ارادے کا اندیشہ ہوا۔ صحیح ظاہر مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ ملائکہ ہیں کیونکہ انھوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے (مگر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اللہ کو میری کوئی بات پسند نہ آئی ہو اور فرشتے کوئی مصیبت ڈالنے کے لئے بھیجے گئے ہوں یا ان کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہوں۔ ملائکہ نے کہا (آپ اپنے یا اپنی قوم کے متعلق) کوئی خوف نہ کریں ہم کو تو قوم لوط کی طرف ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے) بھیجا گیا ہے (تفسیر مظہری)

۷۱۔ اور اس کی بی بی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مکرمہ حضرت سارہ) پس پردہ کھڑی تھیں وہ ہنسنے لگیں تو ہم نے اسے اس کے فرزند اسحاق (علیہ السلام) کی خوش خبری دی اور اسحاق (علیہ السلام) کے پیچھے حضرت اسحاق (علیہ السلام) کے فرزند یعقوب (علیہ السلام) کی۔ حضرت سارہ کو خوش خبری دینے کی وجہ (سبب) یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے اور نیز یہ کہ یہ کھٹکا تھا کہ حضرت

سارہ کی کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام موجود تھے اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔ (بحوالہ کنز الایمان)

۷۲۔ (حضرت بی بی سارہؑ) اس خوش خبری کو سن کر خوشی اور تعجب کے ملے جلے جذبات سے بولیں ہائے حیرانی۔ (کیا میں ماں بنوں گی) حالانکہ میں بوڑھی ہوں ننانوے سال کی اس عمر میں کب کسی عورت کے بچہ ہوتا ہے اور یہ میرے خاوند جو تمہارے سامنے ہیں یہ بھی بڑھاپے کی حالت میں (الکھویا) ایک سو بیس سال کی عمر میں۔ لفظ بعل کا ایک معنیٰ اصل یعنی جڑ ہے چونکہ خاوند اولاد کے حق میں بیوی کی جڑ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کو بعل کہتے ہیں ان ہر دو طرفہ ضعیفی کی وجہ سے بے شک یہ اولاد کا ہونا البتہ قانون الٰہی کے اعتبار سے تعجب ناک بات ہے۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

لغوی اشارات ★ خِیفَةً : خوف، ڈر۔ خاف یخاف کا مصدر ہے راغب لکھتے ہیں خِیفَةً اس حالت کا نام ہے جو انسان کو خوف کی حالت میں ہوتی ہے ● ضَحِکَتْ : وہ ہنسی، وہ ہنس پڑی اسے ہنسی آ گئی۔ ضحکٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ● وَیْلَتٰی : مضاف و مضاف الیہ اصل میں ویلتی تھا افسوس و حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے یاء کو الف سے بدل کر ویلتی کو ویلتا کر دیا۔ ہائے افسوس ● عَجُوزٌ : بڑھیا۔ پیرزن۔ راغب نے لکھا ہے کہ بڑھیا کو عجوز اس لئے کہتے ہیں کہ بہت سے امور کی انجام دہی سے عاجز ہے ● شَیْخٌ : بوڑھا۔ ابن سیدہ اور قزاز نے لکھا ہے کہ پچاس سے لے کر اسی برس تک بوڑھے کو شیخ کہتے ہیں شُیُوخٌ اور اَشْیَاخٌ جمع ہے۔ (ل ق)

معلومات مزید ★ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقدس رسول اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فضیلت والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے" (صحیح بخاری بروایت حضرت ابن عباسؓ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت با سعادت ملک بابل کے شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ہوئی عام مورخین کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضرت سام بن نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلیہ مبارک کے بارے میں حدیث شریف ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہو تو مجھے دیکھو" حضرت بی بی سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو باوجود کبر سنی کے فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام عطا فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے جن کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام تھیں
(س م خ ش م)

قَالُوٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ
اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ
الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝

وہ (فرشتے) بولے ارے تم تعجب کرتی ہو اللہ کے کام پر۔ اے (ابراہیم علیہ السلام کے) خاندان والو! تم پر تو اللہ کی "خاص" رحمت اور اس کی برکتیں "نازل ہوتی رہتی" ہیں بے شک وہ تعریف کے لائق اور بڑا شان والا ہے ★ پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشخبری مل گئی تو وہ لگے ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) قوم لوط[۳] کے بارے میں بحث (جدال) کرنے ★ بے شک ابراہیم (علیہ السلام) بڑے حلیم بڑے درد مند بڑے نرم دل تھے

۷۳۔ فرشتوں نے کہا کیا اللہ کے حکم پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے حکم سے مراد ہے اللہ کی قدرت اور قضاء یعنی اللہ کی قدرت پر تمہیں تعجب نہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔ رحمت سے مراد ہے نعمت یا محبت اور برکت سے مراد ہے ہر خیر کی ترقی اور بڑھوتری۔ بعض علماء کے نزدیک رحمت سے مراد ہے نبوت، برکات سے مراد ہیں بنی اسرائیل کے (بارہ) خاندان۔ کیونکہ تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت سارہ کی نسل سے ہوئے ہیں "رحمت اللہ" مستقل جملہ ہے اور رفع تعجب کی علت ہے مطلب یہ کہ اے اہل خانہ تم کو بشارت اولاد پر تعجب نہ کرنا چاہیے اللہ کی ایسی رحمتیں اور برکتیں تو تمہارے لئے بکثرت موجود ہیں۔ حَمِيْدٌ یعنی مستحق ستائش کام کرنے والا۔ مجد کے معنی جوہری نے صحاح میں لکھے ہیں (ذاتی) بزرگی اور (افادی) کرم کی وسعت۔ کریم اللہ کی صفت بھی ہے اور انسان کی بھی۔ اللہ کے کرم کا معنی ہے احسان اور پیہم عطاء نعمت اور انسان کے کریم ہونے کا معنی ہے اس کے اخلاق و افعال کا قابل ستائش ہونا جب تک اخلاق حمیدہ کا ظہور انسان سے نہ ہو گا اس کو کریم نہیں کہا جا سکتا بغوی نے لکھا ہے (لغت میں) مجد کا اصل معنی ہے بلند کی شان۔ بیضاوی نے مجید کا ترجمہ کیا ہے کثیر الخیر والاحسان۔ قاموس میں ہے مجید بلند شان والا۔ کریم شریف والا افعال

۷۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھگڑا یہ تھا کہ آپ نے فرشتوں سے فرمایا کہ قوم لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو کیا انہیں ہلاک کر دوگے فرشتوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر چالیس ہوں تو انہوں نے کہا جب بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں۔ آپ اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب ہلاک کر دوگے انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا ان میں لوط علیہ السلام ہیں اس پر

(ر۔ت ۲۲۵۲/۱۱) ★

(تفسیر مظہری)

فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے جو وہاں ہیں ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے ان کی عورت کے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تاکہ اس بستی والوں کو کفر و معاصی سے باز آنے کے لئے ایک فرصت (موقع) اور مل جائے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

۷۵۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام البتہ بہت حلیم ہیں دشمن سے انتقام لینے میں جلدی نہیں فرماتے۔ خون کے پیاسے کو بھی مہلت دلانا چاہتے ہیں۔ اَوَّاہٌ ہیں بہت نرم دل ہیں کہ دوسروں کا دکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرنے والے۔ مُنِیب ہیں ہر دم ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے۔ اس ذات کبریائی کو کامل سہارا سمجھنے والے کہ لینا ہے تو اسی سے چھپنا ہے تو اسی کے دروازے پر کہنا ہے تو اسی سے سننا ہے تو اسی سے۔ کون کسی کی سنتا ہے بجز رب کریم کے کیا پیارا ہے وہ آستانہ یہ اُس کا کرم ہی تو ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم کو حلیم اواہ منیب جیسی عظیم صفتوں سے مزین فرمایا (بحوالہ اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ تَعْجَبِیْنَ: تو تعجب کرتی ہے تو اچنبھا کرتی ہے عَجَبٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مونث حاضر ● اَمْر: کام، معاملہ، حالت، حکم۔ امر کا لفظ تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے ● اَهْلَ الْبَيْتِ: گھر والے ● حَمِيْدٌ: ستودہ، تعریف کیا ہوا، سراہا ہوا۔ حَمْدٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی مفعول یعنی محمود ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے ● مَجِيْدٌ: صفت مشبہ نکرہ۔ بزرگ ● رَّوْعُ: خوف (ل ق)

معلومات مزید ★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے فرزند کا نام لوط (علیہ السلام) تھا جو پیغمبر تھے معالم، جلالین، خازن اور عموماً کتب لغت میں یہی صراحت ہے (ل ق) حضرت لوط علیہ السلام کو بحر میت کی ساحلی آبادیوں میں دعوت حق اور ہدایت کے منصب پر فائز کیا گیا تھا بحر میت کی ساحلی بستیوں میں سب سے بڑی بستی سدوم تھی۔ جہاں کے لوگ بالعموم رسوا کن برائیوں لوٹ مار، رہزنی اور ناپ تول میں کمی کرنا اور دیگر میں پھنسے ہوئے تھے۔ حضرت لوطؑ نے انہیں ایمان لانے اور بد اخلاق حرکتوں سے باز آنے کی ہدایت فرمائی لیکن ان بد طینت لوگوں نے اپنی کج روی ترک کرنے کی ایمان لانے سے انکار کیا نافرمانی اور سرکشی کی انتہا کر دی۔ حجت تمام ہوئی قوم لوط پر ان کے اعمال بد اور گناہ و معصیت کا وبال پڑا عذاب الٰہی سے وہ ہلاک و برباد ہو گئے ان لوگوں پر نوکیلے کنکروں کی بارش ہوئی۔ تمام سرکش اور نازیبا حرکتوں کے مرتکب اپنے انجام بد کو پہنچے جبکہ اہل حق سلامت رہے غضب الٰہی سے محفوظ رہے ★ حضرت ابراہیمؑ اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو بہت عزیز رکھتے تھے چنانچہ جب حضرت لوطؑ سدوم میں مشغول دعوت و تبلیغ تھے اس زمانہ میں کبھی کبھار حضرت ابراہیمؑ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ س م ح ش

يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمۡ اٰتِيۡهِمۡ عَذَابٌ
غَيۡرُ مَرۡدُوۡدٍ ۝ وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِىۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ
هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوۡمُهٗ يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ ؕ وَمِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ
السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ
فِىۡ ضَيۡفِىۡ ؕ اَلَيۡسَ مِنۡكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيۡدٌ ۝

اے ابراہیم (علیہ السلام) اس خیال میں نہ پڑ (رہئے) بے شک تیرے رب کا حکم آچکا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائے گا ✱ اور جب لوط (علیہ السلام) کے ہاں ہمارے فرشتے آئے اسے ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے ✱ اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی اور انہیں آگے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی تھی۔ کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ (11/76 تا 78 ✱ ت:ک)

76۔ ملائکہ نے عرض کی: اے ابراہیم (علیہ السلام) اس جھگڑے سے اعراض کیجئے کیوں کہ حق یہ ہے آپ عذاب کے رفع کرنے اور ان پر رحمت کرنے کا۔ فرماتے ہیں وہ اس کے اہل نہیں ہیں بے شک شان یہ ہے کہ عذاب ان کا مقدر ہو چکا ہے اس تقاضا و قدر کے مطابق تمہارے رب تعالیٰ کا عذاب ان پر ضرور واقع ہوگا کیوں کہ وہ ان حالات کو بہت زیادہ جانتا ہے ان کے پاس عذاب ضرور آئے گا وہ کسی حالت میں رکنے کا نہیں۔ (تفسیر روح البیان)

77۔ اور جب جبرئیل امین اور ان کے ساتھ دوسرے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو لوط علیہ السلام ان کے آنے کی وجہ سے مغموم اور پریشان ہوئے (کیوں کہ وہ (مہمان) بہت حسین تھے)۔۔۔ کیوں کہ ان کی قوم کی غلط حرکات تھیں اور بہت غمگین ہوئے اور اپنی قوم کے برے افعال کی وجہ سے (مضطرب) ہوئے اور دل میں کہنے لگے آج کا دن بہت بھاری ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابن عباس رض ✱ ت: عاطف)

● حضرت لوط علیہ السلام کو مہمانوں کے آنے سے اس لئے پریشانی ہوئی کہ وہ جانتے تھے شہر کے باشندے ضرور حملہ آور ہوں گے، کیوں کہ ان کا قاعدہ تھا جب کبھی کوئی اجنبی مسافر آ پھنستا تو اس پر حملہ کر دیتے اور سمجھتے ہمارے خبیثانہ افعال کے لئے ایک شکار ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (ترجمان)

78۔ اور (مہمانوں کی خبر سنتے ہی) ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے (یعنی شدت جوش و غضب سے کانپتے ہوئے بھاگتے چلے آئے)۔ اور آگے سے ہی وہ (قوم والے) برے کام کیا کرتے تھے (حضرت لوط علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! (دیکھو) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں۔

(میری لڑکیاں سے مراد آپ کی قوم کی بچیاں، کیوں کہ نبی اپنی امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے)
وہ تمہارے لئے پاکیزہ حلال (تمہارے لئے پاک ہیں) تم خدا کا خوف کرو اور مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے معاملے میں۔
کیا تم میں ایک بھی سمجھدار آدمی نہیں (بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن)

● "بناتی" کے لفظ پر بڑی بحث ہوئی ہے ۔۔۔۔ (یہاں) مراد امت کی عورتیں ہیں امت کی عورتیں پیغمبر کے لئے بمنزلہ بیٹیوں ہی کے ہوتی ہیں، آپ نے اپنے دروازہ پر مجمع فساق دیکھ کر فرمایا کہ آخر عورتیں بھی تو موجود ہیں، ان کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کر لیتے ۔" اور پیغمبر کا لفظ بیٹیاں کہنا شفقت کے اظہار کے لئے تھا۔ (کبیر عن مجاہد و سعید بن جبیر، ابن جریر عن ابن جریج اور بحر) بحوالہ (تفسیر ماجدی)

لغوی اشارے ★ مَرْدُوْدٍ : اسم مفعول واحد مذکر، ردّ باب نصر۔ لوٹایا جانے والا، ٹالا جانے والا۔ غیر مردود کا ترجمہ نہ لوٹایا جانے والا۔ نہ ٹالا جانے والا۔ ● سِیْٓءَ : وہ غمگین ہوا، اسے برا معلوم ہوا، وہ ناخوش ہوا۔ سُوْءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ● ضَاقَ : وہ تنگ ہوا (ل ق) عَصِیْبٌ : سخت کٹھن۔ عَصْبٌ سے فعیل بمعنی مفعول ● یُھْرَعُوْنَ : وہ دوڑائے جاتے ہیں اھراع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ کسائی اور فراء کا قول ہے کہ اِھْرَاع وہ دوڑنا ہے جو جاڑے یا غصہ یا بخار کی کپکپی کے ساتھ ہو۔ علامہ رشید رضا لکھتے ہیں کہ اس میں شہوت کی کپکپی کا اضافہ کرنا مناسب ہے حضرت لوطؑ کی قوم کے بارے میں آیا ہے ● ضَیْفٌ : مہمان جمع اضیاف (قاموس القرآن)

معلومات مزید ★ الملائکۃ : جمع۔ الملکؑ مفرد یا اسم جنس، اس کے فرشتے۔ اہل علم و تحقیق کا بیان ہے کہ جن فرشتوں کے متعلق انتظام کائنات کی خدمت ہے ان کو تملیک کیا جاتا ہے جس طرح عام انتظام کرنے والے آدمی کو تملیک کیا جاتا ہے ملک کو ہی قرآن مجید میں مدبرات کہا گیا ہے گویا ملائکہ تو فرشتوں کی عام جماعت کو کہتے ہیں اور ملک ملائکہ میں سے وہ ممتاز ہستیاں ہیں جن کے متعلق کوئی کائناتی خدمت ہے (1)
فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی اور طاقتور مخلوق ہیں جن کا کام صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کرنا ہے ان میں نافرمانی اور سرکشی کا مادہ ودیعت ہی نہیں کیا گیا۔ (2) وہ موجود اور بے تعداد و بے شمار ہیں اللہ کے سوا کوئی ان کی تعداد نہیں جانتا حدیث شریف میں آیا ہے کہ تمام مخلوقات کے دس جزو ہیں ان میں سے نو ملائکہ ہیں باقی ایک میں تمام مخلوقات۔ ملائکہ کی کوئی خاص صورت نہیں وہ زمین و آسمان پر پھیلے ہیں مگر ہماری عام نظروں سے پوشیدہ ہیں وہ کوئی گناہ نہیں کرتے کھانے پینے اور جسمانی لوازمات سے مبرا ہیں وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ ملائکہ ہر شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں ان کے پر ہونا ثابت ہے (3) ملائکہ وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک وہ نہ مرد ہیں نہ عورت (4)

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ قَالَ
لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ
لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ
اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ
الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝

وہ بولے تمہیں معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں سے کچھ کام نہیں اور ہمارے ارادے سے تم خوب واقف ہو * (حضرت لوط علیہ السلام نے) کہا اے کاش تمہارے مقابلہ کا مجھے زور ہوتا یا کسی زبردست آسرے کی پناہ حالیتا * (فرشتوں نے) کہا اے لوط (علیہ السلام)! ہم تمہارے رب تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے پس تم اپنے گھر کے لوگوں کو کچھ رات رہے لے نکلو اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی (وہ نہ چلے گی) اس پر بھی وہی بلا آنے والی ہے جو ان پر آوے گی ان کا وعدہ صبح ہے کیا صبح قریب نہیں۔

(۱۱/۷۹ تا ۸۱ * ت: ج)

۷۹۔ (حضرت لوط علیہ السلام کے دروازے پر ہجوم کرنے والے قوم کے بدمزاج لوگ) کہنے لگے "تم خوب جانتے ہو ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں" یعنی ہمیں ان عورتوں کی ضرورت اور حاجت نہیں۔ ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں تم اچھی طرح جانتے ہو اس لئے ہماری مزاحمت نہ کرو اور بیچ میں سے ہٹ جاؤ۔ (ضیاء القرآن)

۸۰۔ (حضرت لوط علیہ السلام) بولے "اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا" یعنی مجھے اگر تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا اپنا قبیلہ رکھتا جو میری مدد کرتا تو تم سے مقابلہ و مقاتلہ کرتا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا تھا اور اندر سے یہ گفتگو فرما رہے تھے قوم نے چاہا کہ دیوار توڑے فرشتوں نے آپ کا رنج و اضطراب دیکھا... (کنز الایمان)

۸۱۔ (فرشتوں نے) کہا اے لوط (علیہ السلام) ہم آپ کے رب کے فرستادہ ہیں ان لوگوں کی دسترس آپ تک ہرگز نہ ہو سکے گی" دروازہ کھول دیجئے اور ہم کو ان سے نمٹنے دیجئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا۔ وہ لوگ اندر گھس آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنے رب سے عذاب نازل کرنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی تو انہوں (جبرئیلؑ) نے اپنی وہی صورت اختیار کر لی جو ان کی عموماً اور معمولاً ہوتی ہے پر پھیلا دیے پھر اپنا ایک پر ان پر یعنی ان لوگوں کے منہ پر مارا جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں بیٹھ نابینا ہو گئیں۔ گھروں کا راستہ بھی سجھائی نہیں دیتا تھا فوراً"

یہ کہتے ہوئے پلٹ پڑے کہ لوط (علیہ السلام) کے گھر میں بڑے زبردست جادوگر آئے ہیں
جنہوں نے ہم پر جادو کر دیا ★ (فرشتے حضرت لوط علیہ السلام سے بولے) آپ اپنے گھر والوں کو
لے کر کچھ رات رہے ہی چل دیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے۔ یعنی کوئی تمہارا
ساتھ سے مڑ کر پیچھے نہ رہ جائے۔ مگر اپنی عورت کو ساتھ لے کر نہ نکلو یا سوائے تمہاری عورت
کے کوئی مڑ کر پیچھے پھر کر نہ دیکھے ★ ان پر عذاب آنے کا وقت وعدہ یقیناً صبح ہے یعنی تم
اپنے ساتھیوں کو لے کر رات ہی سے نکل جاؤ اس لئے کہ ان لوگوں کی ہلاکت کا وقت صبح مقرر
کر دیا گیا ہے لیکن جب حضرت لوطؑ نے کہا کہ جلد عذاب آ جائے تو کہا کہ کیا صبح قریب نہیں ہے (مظہری)

لغوی اشارے ★ نُرِیْدُ : جمع متکلم مضارع، اِرَادَۃٌ مصدر (افعال) ہم چاہتے ہیں، ہم چاہتے تھے،
ہم (نہیں) چاہتے ہیں ● قُوَّۃٌ : مجرور، نکرہ، طاقت ● رُکْنٌ : آسرا، زور، قوت، کسی شے کا
وہ جانب جس کا آسرا لیا جائے رکن کہلاتی ہے۔ استعارۃً زور و قوت کے لئے اس کا استعمال
ہوتا ہے یہاں رکن سے مراد مستحکم قلعہ یا زوردار قبیلہ ہے ● شَدِیْدٌ : سخت، مستحکم بنا ● اَسْرِ :
تو رات کو لے کر چل۔ اِسْرَاءٌ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں
امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ● یَلْتَفِتْ : واحد مذکر غائب نہی اِلْتِفَاتٌ مصدر (افتعال) لَفْتٌ
مادہ (مجرد از ضرب) پھر کر مڑ کر نہ دیکھے ● اَحَدٌ : ایک، اکیلا، یکتا۔ (ل ف ت)

معلومات مزید ★ فلسطین سے متصل شرق اردن کے علاقہ میں جو بستیاں آباد تھیں حضرت لوط علیہ السلام
تعلیم و تبلیغ کے لئے انہی بستیوں کی طرف بھیجے گئے تھے جن میں سے سدوم کو آپ نے اپنا مستقر بنایا تھا اور یہاں سے
دعوت و اصلاح کے کام کو جاری رکھا تھا۔ قاموس القرآن میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سخت
قحط پڑا تھا آس پاس کی بستیوں کے لوگ (قحط سالی کے سبب) ادھر سے گزرا کرتے تھے اہل سدوم کے باغات جو راستہ کے کنارے بکثرت
تھے تو گزرنے والے لوگ ان باغات سے پھل وغیرہ توڑ لیتے اہل سدوم نے دوسرے شہروں کے لوگوں کی ان حرکات
کے تدارک کے لئے جو شخص باہر سے آئے اس سے خلاف وضع فطری حرکت زبردستی کرنے اور بطور جرمانہ کچھ رقم وصول
کرنے لگے سدوم والے شہر کے ناکوں اور بیرونی راستوں پر بیٹھے مسافروں کو تختہ مشق بنانے لگے ابتداء میں
تو یہ حرکات باغات کی حفاظت کے لئے کی جاتی تھیں مگر بعد میں وہ اس فعل شنیع کے عادی ہو گئے "تفسیر المنار"
لوط علیہ السلام نے اس بدکار و بدبخت قوم کو جس نے سب سے پہلے اس رسم قبیح کی بنیاد ڈالی تھی ہر طرح سمجھایا اور عذاب
الٰہی سے خوف دلایا مگر قوم والوں نے ایک نہ سنی آخرکار عذاب کے فرشتے اس قوم کی ہلاکت کے لئے مہمانوں کی
حیثیت سے حضرت لوطؑ کے گھر وارد ہوئے قوم کے لوگ اپنی عادت شنیعہ سے مجبور ہو کر حضرت لوطؑ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے
اور مہمانوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں کل صبح کا وقت ان پر عذاب کے لئے مقرر ہو چکا ہے
(سی م ح ش)

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۚ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝

پھر جب آ پہنچا ہمارا حکم تو ہم نے کر دیا اس کی بلندی کو اس کی پستی اور ہم نے برسائے ان پر پتھر آگ میں پکے ہوئے پے در پے * جو نشان زدہ تھے آپ کے رب کی جانب سے اور نہیں (لوط کی) بستی (مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور * اور اہل مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر۔ اور نہ کمی کیا کرو ناپ اور تول میں۔ میں دیکھتا ہوں تمہیں کہ تم خوشحال ہو اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر اس دن کا عذاب نہ آجائے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔ (ت: ض * ۸۲ تا ۸۴/۱۱)

۸۲۔ جب ہمارے عذاب کا وقت آیا یعنی صبح ہوئی ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے کیا قوم لوط کی اوپر والی بستیوں کو نیچے کی طرف یعنی ان کو اسی ہیئت پر الٹ دیا گیا یعنی ہم نے تمام شہروں کو الٹ دیا۔ اور ہم نے ان تمام شہروں کے اوپر سے برسایا یعنی آسمان سے زمین کی طرف الٹنے کے بعد ان پر پتھر برسائے گئے۔ گارے والے پتھر * مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے الٹ (؟) پانی والے حصے سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے حتی کہ رات کو نہ اٹھنے والے بستر پر گرے نہ مرغ بولتے رہے اور سونے والے سوتے رہے کسی کو جھولی دھکا بھی نہ لگا حتی کہ آسمان تک لے گئے آسمان سے الٹا پھینکا تو زمین پر آگرے۔ (روح البیان)

۸۳۔ ابن جریج نے کہا ان پتھروں پر ایک خاص علامت تھی وہ زمین کے پتھروں کے ہم شکل نہ تھے قتادہ اور عکرمہ نے ان پر سرخ دھاریاں تھائی ہیں حسن اور سدی نے کہا وہ مہر زدہ تھے مہر کی طرح ان پر نشان تھا ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس پر وہ گرنے والا تھا۔ اور وہ (اہل نشان) ان ظالموں سے دور نہیں۔ الظّٰلمین سے مراد ہے مشرکین مکہ۔ بغوی نے لکھا کہ قتادہ اور عکرمہ کے نزدیک الظّٰلمین سے مراد ہیں اس امت کے ظالم۔ یعنی اس امت کے ظالم بھی اس امر کے مستحق ہیں کہ ان پر سنگساری کی جائے۔ قتادہ و عکرمہ نے کہا اللہ نے کسی ظالم کو ان پتھروں سے محفوظ نہیں رکھا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بعض آثار میں آیا ہے کوئی ظالم ایسا

نہیں کہ وہ پتھر ان کے فاصلے پر نہ ہوں۔ یہ ظالم ہر وقت پتھر گر سکتا ہے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ ھی
ضمیر ان بستیوں کی طرف راجع ہے جو شام کو جاتے ہوئے کفار مکہ کے راستہ میں ادھر ادھر پڑتی ہیں (مظہری)
۸۵۔ اور ہم نے بھیجا قوم مدین کی طرف یا شہر مدین کی طرف ان کے بھائی (نسبی یا قومی یا شہری) شعیب
علیہ السلام کو۔ بھیجنے کا مطلب ہے مبعوث نبوت فرمانا۔ نہ کہ کسی دوسری جگہ سے بھیجا جیسا کہ حضرت
لوط علیہ السلام کو دوسری جگہ سے بھیجا گیا تھا۔ (حضرت شعیب علیہ السلام نے) فرمایا اے میری قوم! معبود
مانو تم اکیلے اللہ وحدہٗ لاشریک کو اس طرح کہ کسی اور صنم وغیرہ کی پرستش نہ کرو۔ اللہ کی فرمانبرداری میں
کسی غیر کو شریک نہ سمجھو کیونکہ کوئی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا ★ اور ناپ تول بھی
کم نہ کرو اپنے پیمانوں اور ترازوؤں کو، نہ اس طرح کہ ناپ تول ہی دیتے وقت کمی کرو تم ناپو
کم تولو نہ اس طرح کہ قیمت لیتے وقت لگا ہوا سے زیادہ لو۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ قوم مدین والوں
نے دو قسم کے پیمانے اور ترازو بنا رکھے ہوئے تھے۔ چھوٹے دینے کے لئے اور بڑے لینے کے لئے۔ اے قوم والو
میں تم کو ان بدعملیوں سے منع کر رہا ہوں۔ تم کو بے شک میں خیر یعنی عیش و آرام اور دولت مندی
میں دیکھتا ہوں (ان نعمتوں کے شکر کے بجائے اہل مدین غریبوں پر ظلم کرتے اور ناپ تول میں کمی کے
مرتکب ہوتے تھے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ) بے شک مجھ کو تم پر خوف ہے ایسے عذاب کا جو تمہارے پورے
زمانہ پر محیط ہو جائے اور کسی بچنے کی راہ نہ ملے — بحوالہ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ عَالِيَهَا : اس کا اوپر، اس کا بالا۔ یہاں عالی کا استعمال سافل کے مقابلہ
میں ہے اور قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا بیان ہے لہٰذا ترجمہ یوں ہوگا "زمین کا بالائی طبقہ"
عالی عُلُوٌّ سے معنی بلند تر ہونے کے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مضاف۔ ھا ضمیر واحد
مؤنث غائب مضاف الیہ ● سَافِلَهَا : اس کے نیچے، اس کے تلے۔ سافل سُفُوْلٌ سے
اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب، مضاف الیہ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ سخت سزا اور دکھ کی مار کو عذاب کہتے ہیں۔ اصل میں عربی زبان میں اس کے
معنی مارنے کے ہیں لیکن بعد میں ہر دردناک سزا کے لئے استعمال کیا جانے لگا اور استعارہ کے طور پر امور
شاقہ کو بھی عذاب کہنے لگے ★ جب قوم لوط پر ان کی بدعملیوں، نافرمانیوں اور سرکشی کی پاداش میں عذاب
آیا تو ان کی بستیوں کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ ان کی اونچی اونچی عمارتیں زمین بوس ہو گئیں ان بدکاروں
پر سخت پتھروں کی ایسی بارش ہوئی کہ سب تباہ و برباد اور ہلاک ہو گئے۔ پتھر مسلسل بلا توقف
برستے رہے۔ ہر پتھر پر اس ظالم و فاسق کا نام لکھا تھا جسے اس کا کام تمام کر دینا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی
بستیاں الٹ دی گئیں۔ قوم لوط کی تباہ و برباد بستیاں مکہ کے ظالم مشرکین سے زیادہ دور نہیں یہ وہ خود جا کر
انھیں دیکھ سکتے ہیں تاکہ عبرت حاصل ہو۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ
وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ
نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

اور اے میری قوم ! ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو * اللہ (کے دیے ہوئے سے) بچا ہوا کہیں بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم ایمان والے ہو اور میں تم پر کوئی پاسبان تو ہوں نہیں * وہ بولے اے شعیب (علیہ السلام) ! کیا یہ تمہاری نماز تمہیں تعلیم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال کے ساتھ جو چاہیں کریں، واقعی تم ہی تو بڑے عقلمند بڑے دیندار ہو ۔ (۱۱/۸۵ تا ۸۷ * ت : م)

۸۵ ۔ اور اے میری قوم ! پھر تول کو پورا کرو یعنی حقدار کو اس کا حق پورا ادا کرو اور حق والے کے حقوق کی ادائیگی میں معمولی کمی بھی نہ کرو یہاں تک کہ تم خود دل میں مطمئن ہو کر واقعی ہم نے اس کے حقوق پورے طور پر ادا کردیے ۔ درانحالیکہ تم عدل سے متلبس ہو کر اس میں نہ زیادتی ہو اور نہ نقصان بلکہ پورا دو پورا لو ۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو یہ حکم مطلق ہے وہ تکمیلی اشیاء ہوں یا موزونی یا ان کے سوا کوئی اور، وہ بڑی اہم اشیاء ہوں یا معمولی، ان سے ہر خرید و فروخت کی شے پر محصول لیتے تھے جیسے دلالوں کی عادت ہے اور جو کچھ لوگوں سے خریدتے اس کے ثمن تھوڑے سے لیکن کم دیتے یا ان کو مجبور کرکے ان سے سستا سودا کر لیتے ۔ اور زمین میں فساد برپا نہ کرو یعنی سرکشی ڈکیتی وغیرہ نہ کرو اس لیے لفظ العثی ذکر کیا گیا (روح البیان)

۸۶ ۔ " اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو " یعنی مال حرام ترک کرنے کے بعد حلال جس قدر بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پورا تولنے اور ناپنے کے بعد جو بچے وہ بہتر ہے ۔ " اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں " کہ تمہارے افعال پر دار و گیر کروں ۔ علماء نے فرمایا ہے کہ بعض انبیاء کو حرب کی اجازت تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہم بعض وہ تھے جنہیں حرب کا حکم نہ تھا حضرت شعیب علیہ السلام انہیں میں سے ہیں تمام دن وعظ فرماتے اور شب تمام نماز میں گزارتے قوم آپ سے کہتی کہ اس نماز سے آپ کو کیا فائدہ آپ فرماتے نماز خوبیوں کا حکم دیتی ہے برائیوں سے منع کرتی ہے

(کنز الایمان حاشیہ)

٨٧ - انہوں نے کہا اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز تم کو حکم دیتی ہے کہ جن اصنام (معبودوں) کی پرستش ہمارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی منشاء کے مطابق ہم تصرف کرتے ہیں اس کو ہم ترک کر دیں"۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام نماز بہت پڑھتے تھے اسی لئے کافروں نے آپ کی نماز کا تذکرہ کیا۔ اعمش کے نزدیک نماز سے مراد ہے نماز پڑھنا۔ "واقعی آپ ہی بڑے عقلمند و ہوشیار" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا انہوں نے حضرت شعیبؑ کو حلیم و رشید بطور طنز کہا تھا حقیقت میں ان کا مقصد تھا یہ کہنا کہ تم سادہ لوح اور (راہ سے بھٹکے ہوئے) ہو"۔ عرب تو ایک مفہوم کی تعبیر اس کی ضد سے کرتے ہیں جیسے شگون یا دعا کے طور پر اس شخص کو جس کو بچھو ڈس لے "سلیم" کہتے ہیں اور خطرناک بیابان کو مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ۔ بعض نے کہا کلام مبنی بر حقیقت ہے کنایۃً مذمت کرنا بھی مقصود نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے خیال میں تم بڑے سمجھدار اور صاحب رشد ہو۔ ہم تو تم سے یہ امید نہیں کرتے تھے کہ ایسی بات کہو گے۔ جیسے حضرت صالحؑ کی قوم نے بھی حضرت صالحؑ سے ایسا ہی کلام کیا تھا (بحوالہ مظہری)

لغوی اشارے ★ اَلْمِكْيَال: اسم آلہ مفرد کَیْلٌ مصدر۔ غلہ کو ناپنے کا پیمانہ ● اَلْمِيْزَان: مصدر یا اسم۔ وزن کرنا یا وزن کشی ● تَبْخَسُوا: تم کم دے کر تولو۔ تم گھٹا کے دو (فتح) بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں فعل نہی ہے کیونکہ لا نہی داخل ہے ● تَعْثَوْا: تم فساد کرو (سمع) عَثِيٌّ اور عُثُوٌّ سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لا تَعْثَوْا یعنی تم فساد نہ کرو ● بَقِيَّةٌ: بچی ہوئی چیز، باقی ماندہ، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيْلَةٌ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے (ل ق)

معلومات مزید ★ مدین اسم معرفہ عَلَم۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا قبیلہ اور اس کی بستی جس کا محل وقوع عقبہ سے شرقی جانب تھا آج کل اس کو معان کہتے ہیں اہل تاریخ جزیرہ سینا سے حدود فرات تک ** کوہ طور کا جنوب مشرق کی طرف
پورے علاقہ کو مدین کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ لوگ تجارت پیشہ تھے مصر، فلسطین اور شام سے تجارت کرتے تھے۔ (م ق) بحر احمر کے کنارے ** آباد شہر مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم رہتی تھی۔ اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ مدین ان بزرگ کا اسم گرامی تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے ان کی والدہ ماجدہ بی بی قطورا تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری اہلیہ محترمہ تھیں۔ اسی لحاظ و نسبت سے یہ خاندان بنی قطورا سے موسوم ہوا اور انہیں قبیلہ مدین سے بھی جانا جاتا ہے یہ جہاں آباد ہوئے اور پھلے پھولے اس مقام کا نام مدین پڑ گیا۔ حضرت شعیبؑ اسی نسل و قبیلہ سے تھے اور انہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے اسی لئے ان کی بعثت کا لقب یہ قوم شعیب کہلائی۔ مدین کے لوگ تجارت پیشہ تھے اور ایک ایسی جگہ سکونت رکھتے تھے جہاں یمن سے شام اور عراق سے مصر جانے والی شاہراہیں آکر ملتی تھیں اور وہاں خود ایک اہم تجارتی منڈی قائم تھی اور خوب خرید و فروخت ہوا کرتی تھی اہل مدین معاشی لحاظ سے بڑے خوش حال اور آسودہ تھے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ وَيٰقَوْمِ
لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ
اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

کہا اے میری قوم بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ (خود) اس کے خلاف کرنے لگوں۔ میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں، اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں ✱ اور اے میری قوم تمہیں میری ضد یہ نہ کروا دے ( ) کہ تم پر پڑے جو پڑا تھا نوحؑ کی قوم یا ہودؑ کی قوم یا صالحؑ کی قوم پر، اور لوطؑ کی قوم تو کچھ تم سے دور نہیں ✱ اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اسی کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے ﴿۱۱/۸۸ تا ۹۰ ✱ ت: ک﴾

۸۸۔ جب اللہ نے نبوت و وحی کے ذریعہ سے مجھے بصیرت عطا فرما دی اور مجھے بغیر محنت و مشقت کے حلال رزق عطا فرما دیا تو کیا اب یہ جائز ہے کہ میں اس کے احکام کی مخالفت کروں اور اس کا پیام نہ پہنچاؤں۔ قوم نے حضرت شعیبؑ پر طنز کیا تھا کہ آپ ساری قوم کے مذہب کی مخالفت کر رہے ہو، حضرت شعیبؑ نے مذکورہ بالا الفاظ میں ان کو جواب دیا اور قوم کے افکار و اعمال کی مخالفت کرنے کی وجہ بیان کر دی۔ اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو روکتا ہوں یعنی جس بات سے تم کو روک رہا ہوں خود اس کا ارتکاب کروں اور اپنے عمل کو قول کے خلاف ظاہر کروں میں تمہارے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لئے دنیا کا پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے نا پسند کرتا ہوں۔ شرک اور ناپ تول میں کمی کرنے کی ممانعت اور توحید و انصاف کا حکم دینے سے میرا مقصد تو محض تم کو اور سارے عالم کو نقصان سے روکنا اور فساد کی درستی کرنا ہے جہاں تک یا جب تک ہو سکے اور (عمل صالح کا) مجھے جو کچھ توفیق ہے وہ اللہ ہی کی مدد سے ہے یعنی اللہ کی ہدایت و مدد کے بغیر میرے لئے صداقت و حقانیت کا حصول نا ممکن ہے۔ اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے اسی کے قابو میں سب کچھ ہے اس کے سوا ہر چیز عاجز بلکہ حقیقتاً معدوم ہے نا قابل التفات ہے اس لئے میرا بھروسہ اسی پر ہے اور تمام مصائب و حوادث میں میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (تفسیر مظہری)

۸۹ - اور اے میری قوم میں جانتا ہوں کہ نہ جرم نہ بنا دے تم کو میری مخالفت اور دشمنی کہ پہنچے تم کو اس کی مثل عذاب
جو پہنچا حضرت نوحؑ کی قوم کو غرق سے - یا قوم ہودؑ کو آندھی سے یا قوم صالح علیہ السلام کو چیخ سے - ان تاریخی
عذاب کے واقعات کو تم جانتے ہو تم نے اپنے بڑوں سے سب کچھ سن رکھا ہے - مقصود کی کتابوں میں تم نے
یقیناً پڑھا بھی ہوگا اور اب میں تم کو سنا رہا ہوں لیکن ان دور کے واقعات کو اگر بھول چکے ہو تو قوم لوطؑ کے
عذاب و ہلاکت کا واقعہ تم سے کسی طرح بھی دور نہیں نہ ان کے عذاب کو زیادہ زمانہ گزرا - (اشرف التفاسیر)

۹۰ - اپنے بار گناہ کو دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو - اگر تم اپنے گناہوں پر اظہار ندامت کرتے
ہوئے مغفرت طلب کرو گے اور آئندہ کے لئے اس کے ساتھ اطاعت و انقیاد کا پیمان وفا باندھو گے
تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا - اس کی مغفرت کا ایک چھینٹا تمہاری
عمر بھر کی غلطیوں اور نادانیوں کے لئے کافی ہو جائے گا کیونکہ میرا رب جس کی رحمت واسعہ کی میں تم کو خوش خبری
دے رہا ہوں اس کی رحمت بے پایاں سراپا محبت ہی محبت ہے "وہ خالق و مالک رؤف و رحیم" اپنے بندوں پر تو بڑا
سے محبت فرماتا ہے اور جب کوئی روسیاہ شکستہ دل ہو کر اس کے حضور حاضر ہوتا ہے تو اسے مسرت ہوتی ہے (بحوالہ ضیاء)

لغوی اشارات ✱ تَوْفِيقًا : سلیقہ ، موافقت کرنا ، توفیق کے معنی اصل میں دو چیزوں میں
مطابقت کرنا ، اس لئے عرف میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام "توفیق" ہے
تَوْفِيقِي محمود سے بن آنا ، میری توفیق ، توفیق مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ
بیان ، دین اللہ کی دین سے اچھے اعمال بن آنے کے معنی ہیں ● تَوَكَّلْتُ : میں نے بھروسہ کیا
میں نے اعتماد کیا ، میں نے توکل کیا ، تَوَكُّلٌ سے ماضی کا صیغہ ، واحد متکلم ۔ (ل ق)

معلومات مزید ✱ حضرت شعیب علیہ السلام معروف پیغمبر ہیں - اہل تحقیق کہتے ہیں کہ آپ کو عبرانی میں تیروب اور
عربی میں شعیب کہا جاتا ہے - حدیث میں آیا ہے کہ چار پیغمبر عرب سے ہیں ہود ، صالح ، شعیب
اور حضور خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح ابن حبان بروایت حضرت ابوذرؓ) حضرت
شعیب کا تعلق عرب عاربہ سے ہے (ابن جریر) حضرت شعیب علیہ السلام نے بڑے خاص دلنشین اسلوب میں
قوم کے سامنے دعوت حق پیش کی تھی - اس ضمن میں جو سوال و جواب ہوئے ان سے آپ کی فصاحت و
بلاغت کے ساتھ ساتھ حسن خطابت کے جوہر بکھرتے تھے - آپ خطیب الانبیاء سے مشہور ہیں -
حضرت شعیب علیہ السلام محبت الٰہی میں ہمیشہ رویا کرتے تھے کثرت گریہ کے باعث آپ کی بینائی جاتی
رہی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کو اپنے فضل و کرم سے دوبارہ بینائی سے مالا مال فرما دیا - حضرت شعیبؑ
کی دعوت حق و بلاغت ، قوم کی ہدایت کا سلسلہ ، تربیت و تعلیم ، لوگوں کو شرک و کفر سے باز رکھنے اور ان کے اعمال
کی درستی اور معاملات کی بہتری کے لئے آپ کی مقدس سرگرمیوں کا اثر ہو کر رہا - قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر آپ کا ذکر فرمایا

قَالُوا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرٰىكَ فِينَا ضَعِيفًا ۚ وَلَوْلَا
رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ
عَلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝
وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۙ مَن يَأْتِيهِ
عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝

وہ بولے اے شعیب (علیہ السلام) تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور تم کو تو ہم اپنے لوگوں میں کمزور پاتے ہیں اور اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے اور تم کچھ ہم پر غالب بھی نہیں ٭ (حضرت شعیب علیہ السلام نے) کہا اے قوم! کیا میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے اس کو تو تم نے پس پشت ڈال دیا۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو (سب) میرے رب تعالیٰ کے قابو میں ہے ٭ اور اے قوم! اپنے گھر بیٹھے کام کئے جاؤ میں بھی کر رہا ہوں تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ (11/91 تا 93 ٭ ت: ح)

۹۱۔ (کفار نے) کہا اے شعیب (علیہ السلام) ہم جانتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بہت سی باتیں مثلاً توحید اور انبیاء الکیل والوزن وغیرہ جو تم کہہ رہے ہو یعنی تم خیالی باتیں کرتے ہو یا ہماری سمجھ سے بالاتر ہوتے ہو۔ ٭ ہم نہیں جانتے کہ تم کیا کہہ رہے ہو ورنہ شعیب علیہ السلام ان کے ہم زبان تھے وہ کچھ فرماتے تھے وہ لوگ بخوبی سمجھتے تھے اور اس کا معنی و مطلب پورے طور پر جانتے تھے لیکن چونکہ شعیب علیہ السلام کا وعظ ان کے اور ان کے آباؤ و اجداد کے عقائد اور مذہب کے خلاف تھا اس لئے (کفار) نے مذکورہ بالا بکواس کی ٭ اور ہم تمہیں اپنے مابین دیکھتے ہیں کمزور یعنی تم ہمارے مقابلے میں جسمانی قوت کے لحاظ سے کمزور ہو اور اگر رشتہ داروں کی عزت اور ان کی طرفداری ملحوظ خاطر نہ ہوتی تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم ہمارے معزز و مکرم نہیں ہو جو تمہارے عزت و احترام دیکھ کر ہم تمہارے قتل سے رک رہے ہیں بلکہ تمہارے رشتہ داروں کی عزت سے ہم تمہیں کچھ نہیں کہہ رہے کیونکہ وہ ہمارے دین پر ہیں اور ہمیں ان کا احترام ضروری ہے۔ (بحوالہ روح البیان)

۹۲۔ شعیب علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ عزت والا ہے اور تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے یعنی میرے خاندان کی رعایت تم نے مجھے قتل نہیں کیا اور اللہ کی طرف سے جو مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے اس خداداد رسالت کا تم نے کوئی لحاظ نہیں کیا اور اللہ کو بالکل فراموش کر دیا نہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہو۔ تم کو کوئی اندیشہ ہوا نہ

اس کے رسول کی توہین کرنے سے کرتی باک۔ جو کچھ تم کرتے ہو بلاشک و شبہ اللہ اس کو اپنے
عملی دائرے میں گھیرے ہوئے ہے یعنی تمہارا کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں ہے وہ یقیناً تمام اعمال کا بدلہ دے گا (مظہری)

۹۳۔ جب شعیب علیہ السلام قوم کی درستی سے مایوس ہو گئے تب یہ آخری نتیجہ خیز کلام فرمایا کہ اے میری
قوم اب تمہاری ضدی طبیعت کا مجھ کو پتہ لگ گیا اب تم سے کچھ نہ کہوں گا تم اپنی اسی گمراہی اور
کفر کی حالت پر رہتے ہوئے جو چاہو عمل کرو یا اپنے گھروں دکانوں میں۔ یا تم اپنی جگہ جو چاہو عمل کرو
جو تم سے ہو سکے میری مخالفت دشمنی میں وہ کرو۔ میں اپنی جگہ اپنے وہ اعمال عبادت و ریاضت کروں گا جو
مجھ کو میرے سارے رب نے ہدایت فرمائے ہیں۔ مراد یہ کہ تم اپنی راہ لو میں اپنی راہ لوں یہ تم کو چھوٹ نہیں
ڈھیل ہے معافی نہیں بلکہ مہلت ہے * عنقریب جان جاؤ گے تم کہ کون ہے وہ جس پر عذاب آتا ہے
ویسا عذاب جو ذلیل کرتے رکھ دے گا * (تم) مجھ کو غلط خود کو صحیح سمجھ رہے ہو اور عذاب کی
جلدی مچا رہے ہو اور ذرا انتظار کرو تم اب بے شک میں بھی انتظار کرنے والا ہوں۔ تم اپنی بدنصیبی، ہلاکت
انجام کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہاری اسی حالت کا انتظار کر رہا ہوں۔ مقصد کلام یہ ہے کہ اے قوم!
تم سے جتنی طاقت ہو سکے گناہوں ظلموں بدمعاشیوں میں لگا لو اور مجھ سے جتنی ہو سکے نیکیاں کئے جاؤں گا
سوال ہوا کہ پھر کیا ہوگا جواب دیا کہ عنقریب ایسا ذلیل کرنے والا عذاب آئے گا جو کھوٹے کھرے
سچے جھوٹے برے صحیح غلط کو سب کے سامنے نکھار کر رکھ دے گا سب دیکھ لیں گے تم بھی دیکھو گے (بحوالہ انوار التفاسیر)

لغوی اشارے * نَفْقَهُ : جمع متکلم مضارع فقہٌ مصدر (سمع) ہم (نہیں) سمجھتے۔ فِقہٌ سمجھ
دانش، علم، فقیہ، دانشمند، دین کا عالم، سمجھ دار۔ فَقِیہٌ دانشمند۔ دین کا عالم عموماً
فقیہ عقلمند۔ عالم۔ دین کا عالم۔ سمجھدار فقہاء جمع ● ضَعِیفًا : ضعیف سست کمزور
ضُعْفٌ اور ضَعْفٌ سے بروزن فَعِیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید * پیغمبر نے یا قوم کہہ کر براہ راست مردوں کو خطاب کیا اور بالواسطہ عورتوں
کو اور نزول عذاب جس طرح نافرمان منکر مردوں پر ہوا اسی طرح عورتوں پر بھی۔ (ل ق)
قرآن مجید میں قوم کا استعمال دو معنی کے لئے ہوا ہے۔ عام گروہ اور جماعت، نوٹ، اور نسل
اور ایک سے تعلق رکھنے والی ہو یا نہ ہو، عموماً ایسا استعمال اس وقت ہوا ہے جب خطابی
طور پر قوم کا لفظ نہ استعمال کیا گیا ہو، یہ استعمال بہت زیادہ ہے (ب) ایک نسب یا وطن
سے تعلق رکھنے والی جماعت۔ ایسا صرف اس موقع پر ہوا ہے جہاں پیغمبروں نے اپنے ہم
وطنوں یا نسلی اشتراک رکھنے والوں کو خطاب کیا یا بغیر حرف ندا کے ان سے کچھ کہا ہے مثلاً
یا قوم ۔ یا قال یقومہ وغیرہ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۗ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

اور جب آپہنچا ہمارا حکم (یعنی عذاب) تو ہم نے بچا لیا شعیب (علیہ السلام) کو اور ان کو جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور آ لیا ظالموں کو خوفناک کڑک نے تو صبح کی انہوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے * گویا کبھی وہ ان میں بسے ہی نہ تھے سنو! ہلاکت ہو مدین کے لئے جیسے ہلاک ہو چکے تھے ثمود * اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور صریح غلبہ کے ساتھ (۱۱/۹۴ تا ۹۶ * ت: ض)

۹۴ - اور جب ہمارا حکم آ گیا یعنی شعیب علیہ السلام کی قوم کے لئے وہ قضا و قدر کا حکم جو ہم نے ان (نافرمانوں) کی ہلاکت و عذاب کے لئے ازل میں مقدر فرمایا (یہاں پر امر عرفی معنی میں استعمال ہوا جس کی جمع امور آتی ہے) ہم نے شعیب علیہ السلام کو نجات دی اور ان لوگوں کو جو ایمان لانے میں شعیب علیہ السلام کے ساتھ تھے یعنی جیسے وہ توحید کے قائل تھے وہ بھی۔ ازلی رحمت سے جو ان کے حق میں ہماری طرف سے صادر ہوئی وہ محض ہمارا فضل تھا (بعض کے نزدیک یہاں پر رحمت سے ایمان مراد ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی) اور پکڑا ظالموں کو یعنی جنہوں نے (حضرت) شعیب علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی اور انکار کر کے تکبر کیا اسی وجہ سے انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تو پکڑا انہیں۔ پس وہ ہو گئے اپنے گھروں اور مکانوں میں گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے یعنی ان جگہوں پر ایسے چپٹ گئے کہ جن کا وہاں سے اٹھنا تو محال ہو گیا۔ (روح البیان)

۹۵ - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھروں میں زندگی کی حالت میں رہتے ہی نہ تھے (یعنی گھر اجاڑ ہو گئے) خوب سن لو (اور عبرت حاصل کرو) کہ مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسے ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے قوم ثمود کی ہلاکت بھی ایک چیخ سے ہوئی تھی، اس لئے اہل مدین کی ہلاکت کو قوم ثمود کی ہلاکت سے تشبیہ دی، فرق اتنا تھا کہ ثمود کی ہلاکت زمین کی اندرونی چیخ سے ہوئی تھی اور قوم شعیب کی ہلاکت آسمانی چیخ سے ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

۹۶ - متعدد انبیاء اور ان کی نافرمان قوموں کے عبرت آموز حالات سنانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ذکر سے اس بات کا اختتام ہو رہا ہے آیات سے مراد تورات کی آیتیں نہیں کیونکہ تورات کا نزول تو غرق فرعون کے بعد ہوا بلکہ آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ اور سلطان مبین سے مراد یا تو وہ قوی دلائل و براہین ہیں جو فرعون سے مناظرہ کے وقت آپ نے

پیش کئے اور اسے خاموش ہونا پڑا یا اس سے مراد عصائے حسن ہے جس نے ساحرانِ فرعون کی ساری شعبدہ
بازی کا طلسم چشم زدن میں توڑ کر رکھ دیا اور حق کو اتنا عیاں کر دیا کہ وہ سب کے سب آپ پر ایمان
لائے۔ عصا اگرچہ ان نو نشانیوں میں سے ایک ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے علیحدہ بھی ذکر کیا (بحوالہ ضیاء)

لغوی اشارے ✶ نَجَّيْنَا: جمع متکلم ماضی معروف تَنْجِيَةٌ مصدر۔ ہم نے نجات دی، ہم نے بچایا ● صَيْحَةٌ:
چیخ، کڑک، ہولناک آواز، نعرہ، چنگھاڑ۔ یہ صَاحَ يَصِيحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔
علامہ سلیمان جمل شیخ سمین سے ناقل ہیں: صَيْحَةٌ بروزن فَعْلَةٌ۔ یہ صیاح کے ایک بار وقوع میں
آنے کو بتاتا ہے اور "صیاح" "صوت شدید" (سخت عذاب) کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے صاح يصيح صياحاً
یعنی زور سے چیخا (الجمل علی الجلالین ج ۲ طبع مصر) اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے کھینچنے سے جو زور سے
جھڑانے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو "الصیاح" کہتے ہیں صیحہ اسی سے ہے اور چونکہ زور
کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے ●
دِيَارِهِمْ: ان کے گھر، ان کے وطن۔ دیار مضاف، ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ● جٰثِمِيْنَ:
اوندھے پڑنے والے، زانو کے بل گرنے والے۔ جُثُوْم سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے
کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر جاثم کی جمع ● يَغْنَوْا: جمع مذکر غائب مضارع مجزوم۔ نفی
غَنِيٌّ مصدر (سمع) انہوں نے قیام نہیں کیا، وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنِيَ بالمکان سے ماخوذ ہے وہ مکان
میں ٹھہرا۔ بمعنی فرود آمد ● اٰيٰتِنَا: ہماری نشانیاں، ہماری آیتیں، ہمارے احکام۔ آیات مضاف
نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ● سُلْطٰن: زور، قوت، حجت، برہان، سند، حکومت۔ تاج العروس
میں ہے سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں اور کبھی اس سے معجزہ بھی مراد لیا جاتا ہے اور جب سلطان
کے معنی حجت ہوں تو اس کی جمع نہیں آتی کیونکہ اس صورت میں وہ مصدر کا قائم مقام ہوتا ہے (ل ق)

معلومات مزید ✶ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور ایک روشن دلیل کے ساتھ بھیجا ✶
یہاں جو آیات فرمایا گیا ہے ان سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ جن کی تعداد ۹ تھی
۱۔ عصا (عصا کا سانپ بن جانا)۔ ۲۔ ید بیضاء (چمکتا ہاتھ۔ یہ دلیلی معجزے تھے) ۳۔ طوفان
۴۔ ٹڈیوں کا ہونا۔ ۵۔ جوؤں کا آنا۔ ۶۔ مینڈک کا آنا۔ ۷۔ خون ہونا۔ ۸۔ قحط اور
۹۔ انسانی جانوں کا نقصان ✶ معجزہ یعنی عاجز بنانے والا، ہرانے والا، تھکانے والا ✶ وہ کام
جو انسانی طاقت سے باہر ہو ✶ معجزہ اعجاز سے بنا ہے بمعنی عاجز کرنا، وہ کام جس کے مقابلہ سے بلکہ
اس کی سمجھ سے خلق عاجز ہو ✶ اہل اسلام کی اصطلاح (شریعت) میں ہر وہ عجیب و غریب خلافِ عادت کام جو دعویٰ نبوت
کرنے والے کے ہاتھ پر ظاہر ہو معجزہ ہے۔ مزید برآں "دعویٰ نبوت سے پہلے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو اسے ارہاص کہتے ہیں"

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهٖ فَاتَّبَعُوْٓا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ يَقْدُمُ
قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَأُتْبِعُوْا
فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس، وہ لوگ فرعون ہی کے حکم پر چلتے رہے اور فرعون کا
حکم ذرا (بھی) درست نہ تھا * وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر ان کو
دوزخ میں جا اتارے گا اور بری ہے وہ جگہ اترنے کی جہاں یہ اتارے جائیں گے * اس (دنیا)
میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی اور قیامت کے دن بھی (لگی رہے گی) بری ہے وہ بخشش جو ان
پر کی جائے گی۔ (۱۱/۹۷ تا ۹۹ * ت: م)

۹۷- (اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی کھلی نشانیوں اور صریح غلبہ کے ساتھ) فرعون کے اور
اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ سو وہ لوگ بھی فرعون ہی کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی
رائے کچھ صحیح نہیں تھی یعنی کفر، سرکشی اور حد سے بڑھی ہوئی گمراہی تھی۔ فرعونیوں نے فرعون کی
پیروی کی اور فرعون کا فکریہ اور عملیہ محض گمراہی اور کجروی تھا۔ تمام کو بھی اس میں صلاح
و رشد نہ تھا * آیت میں فرعون کے گروہ کی جہالت اور حماقت کا اظہار ہے کہ فرعون الوہیت کا مدعی
تھا باوجود یہ کہ اپنے مصاحبین کی طرح معمولی انسان تھا۔ علی الاعلان کفر و شرک اور ظلم کرتا تھا
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہادی برحق تھے آپ کا قول مبنی برحق تھا، عقل و نقل کی شہادت اور
معجزات کی تائید آپ کے قول کو ثابت کر رہی تھی، پھر بھی فرعون کے ساتھی ایسے کورے تھے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام جیسے ہادی برحق کی اتباع سے روگرداں اور فرعون جیسے باطل پرست کے پیرو تھے (تفسیر مظہری)
۹۸- آخرت میں فرعون جہنم کی طرف سب سے آگے ہوگا اور اس کے متبعین اس کے پیچھے۔ یعنی جیسے
دنیا میں گمراہی کے لحاظ سے وہ ان کا مقتدا تھا ایسے ہی آخرت میں جہنم میں داخل ہوتے ہوئے وہ
سب سے آگے ہوگا اور اس کی قوم اس کے پیچھے بس وہ انہیں جہنم میں لے جائے گا۔ وہ جگہ بہت
بری ہے جہاں فرعون اور اس کی قوم وارد ہوتی کیونکہ وہ آگ ہے۔ اور پانی کی جگہ تو وہ ہوتی
ہے جہاں لوگ پیاس کی آگ بجھا کر تسکین پاتے ہیں لیکن یہاں معاملہ الٹ ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)

• فرعون اپنے پیروکاروں کے آگے اس طرح جا رہا ہوگا جس طرح قافلہ کی ضروریات کے لئے پانی تلاش
کرنے والا قافلہ کے آگے چلتا ہے لیکن ان بدنصیبوں کی بدنصیبی کا کیا کہنا کہ جس گھاٹ پر فرعون
انہیں لے جا رہا ہے وہاں میٹھا اور ٹھنڈا پانی نہ ہوگا جو ان کی تشنگی کو دور کرے گا اور ان کے
گھبرائے ہوئے دلوں کی تسکین کا باعث ہوگا بلکہ ابلتا ہوا کھولتا ہوا پانی ہوگا۔ اگر وہ پئیں گے تو ان کے

منہ اندر گلے جل جائیں گے اور ان کی آنتیں کٹ کٹ جائیں گی اور اگر نہیں پئیں گے تو شدتِ پیاس سے ویسے جان نکلے گی (ضیاء)

۹۹ - دنیوی فیصلہ تو صرف فرعون کو ہوا لیکن پیچھے ڈالے گئے وہ سب اس دنیا میں بھی تا قیامت لعنت دیکھا رہے کہ ہر شخص ان پر لعنت کرتا ہے کوئی شخص نام لینا پسند نہیں کرتا بلکہ لفظِ فرعون ظالم و متکبر کا لقب بن گیا ہے اور قیامت کے میدان میں ان پر خصوصی لعنت وارد ہو گی یا اس طرح کہ فرشتے لعنت کریں گے یا اس طرح کہ خود آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے رہیں گے - یہ سب ہی عذاب الٰہی ہوں گے کیونکہ مغضوب ہی ملعون ہوتا ہے ۔ بُرا ہے یہ عطیہ یعنی دنیا کی لعنت جس کے بعد اخروی لعنت پر ملا ہوا ہے ۔ دنیوی لعنت کی بدولت ہی کی وجہ سے اخروی لعنت ملی - اس طرح لعنت کے بعد لعنت ملتی رہی پہلی لعنت سبب ہوئی دوسری کا ۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارات * مَلَإِهٖ : اسم جمع مضاف مجرور - سرداروں کی جماعت ، سرداران قوم ● رَشِیْدٌ : نیک چال والا ، بھلائی والا ، شائستہ ، رُشْدٌ سے بروزن فعیلٌ بمعنی فاعل ● اَوْرَدَهُمْ : اس نے ان کو پہنچا دیا - اس نے ان کو لا ڈالا - اَوْرَدَ اِیْرَادٌ سے جس کے معنی اصل میں تو گھاٹ پر لانے کے ہیں لیکن بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب ● رِفْدُ : بخشش ، عطا ، انعام ، مدد اَرْفَادٌ اور رُفُوْدٌ جمع (ل ق)

معلومات مزید * آیت ۹۷ میں لفظ فرعون تین مرتبہ آیا ہے - اصل میں یہ لفظ "فارا اوہ" تھا مصری زبان میں فارا کے معنی محل اور اوہ کے معنی اونچا بڑا تھا فارا اوہ محل کبیر عالی اس سے مراد شاہ مصر کی ذات ہوتی تھی - (ل ق) جس طرح شاہ ایران کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر اور شاہ یمن کو تبع کہا جاتا تھا اس طرح شاہ مصر کو فرعون کے نام سے پکارا جاتا تھا - ترجمان القرآن میں مولانا آزاد نے لکھا ہے "مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے بڑا دیوتا سورج تھا جسے "رع" کہتے تھے اور چونکہ بادشاہ کو اس کا اوتار سمجھتے تھے اس لئے اس کا لقب "فارع" تھا یعنی فارع عبرانی میں "فارامو" اور عربی میں "فرعون" بن گیا ۔" (۱۳۷/۲) مولف قصص القرآن لکھتے ہیں کہ "فرعون" شاہانِ مصر کا لقب ہے کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہے تین ہزار قبل مسیح سے شروع ہو کر عہد سکندر تک فراعنہ کے اکتیس خاندان مصر پر حکمران رہا ہے آخری خاندان فارس کی شہنشاہی کا تھا جو ۳۳۳ قبل از مسیح سکندر کے ہاتھوں مفتوح ہو گیا - (ج ۱ ص ۲۴۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس فرعون سے واسطہ پڑا تھا وہ انیسویں خاندان کا ایک ہی بادشاہ تھا یا دو بادشاہ تھے بعض کا خیال ہے کہ دو فرعون تھے (ق) جس فرعون کے عہد میں آپ کی ولادت ہوئی اور جس کے محل میں آپ نے پرورش پائی اس کا نام رعمسیس دوم تھا جس کا عہدِ حکومت ۱۲۹۲ سے ۱۲۲۵ قبل مسیح تک تھا اور جس فرعون کے زمانہ میں آپ پیغمبر بن کر آئے اس کا نام منفتہ یا منفتاح تھا جو اپنے باپ رعمسیس دوم کے بعد تخت نشین ہوا ۔ (ص) منفتاح کے دربار میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے صدائے حق بلند فرمائی تھی اس کے جادوگروں سے ان کا مقابلہ ہوا تھا منفتاح ہی غرق دریا ہوا - اسی کی لاش مصری عجائب خانہ … آج بھی …

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝
وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝

یہ بستیوں کی خبریں ہیں کہ ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں کوئی کھڑی ہے اور کوئی کٹ گئی ہے ✱ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا برا کیا تو ان کے معبود جنہیں اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے جب تمہارے رب کا حکم آیا اور ان سے انہیں ہلاک کے سوا کچھ نہ بڑھا ✱ اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بے شک اس کی پکڑ دردناک کڑی ہے
(11/100 تا 102 ✱ ت : ک)

100۔ یہ (جو ہم نے بیان کیا ہلاک شدہ) بستیوں کی کچھ اطلاعات ہیں۔ ہم آپ کو ان کی خبریں بتا رہے ہیں یعنی ان کی خبریں آپ کو بتائی گئی ہیں ان بستیوں میں سے کچھ تو کھڑی ہیں یعنی ان کے نشانات باقی ہیں اور کچھ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بے نشان ہو گئی ہیں۔ قتادہ نے کہا قَآئِمٌ سے مراد ہیں جن کے نشان دکھائی دے رہے ہیں اور حَصِيْدٌ سے مراد وہ ہیں جن کا نام و نشان بھی دکھائی نہیں دیتا۔ بعض علماء نے قَآئِمٌ کا ترجمہ آباد اور حَصِيْدٌ کا ترجمہ ویران کیا ہے۔ (تفسیر مظہری)

● یہاں یہ تباہ یا کر مغضوب و مقہور بستیوں میں سے قرآن مجید نے دو قسم کی بستیوں کا بیان کیا ہے۔ ایک وہ جو سرے سے ملیا میٹ ہو گئیں مثلاً امت لوطؑ کا مسکن اور دوسرے وہ جن کی صرف آبادی ہلاک کر دی گئی باقی وہ زمین اور علاقہ بدستور قائم ہے سرزمین مصر کہ فرعونی ڈبو دیے گئے لیکن اصل ملک بدستور موجود ہے ذٰلِكَ اشارہ اوپر بیان کی ہوئی سرگزشتوں اور حکایتوں کے مجموعہ کی طرف ہے (ماجدی)

101۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت لے لی اور جن معبودانِ باطل کے سہارے ان کو تھے وہ بروقت ان کے کچھ کام نہ آسکے بلکہ ان کی (معبودان باطل کی) پرستش نے انہیں غارت کر دیا دونوں جہان کا وبال ان پر آ پڑا (ابن کثیر)

● یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو جن جھوٹے سہاروں پر انہوں نے تکیہ کیا تھا وہ ایک ایک کر کے گرتے اور نابید ہوتے چلے گئے اور اس آڑے وقت میں وہ ان کے کسی کام نہ آئے بلکہ ان جھوٹے سہاروں پر اعتماد ہی ان کی بربادی کا باعث بنا۔ وہ ان کو بڑا قوی اور مضبوط سمجھتے رہے اور ان کی بے بسی اور بے دست و پائی کا یقین تب انہیں ہوا جب وقت ہاتھ سے گزر چکا تھا۔ (ضیاء القرآن)

102۔ مواخذہ مذکورہ کی طرح تیرے رب تعالیٰ کی گرفت ہوتی ہے جب کسی بھی بستی والوں کو پکڑتا ہے

گرفت کو اصل کے بجائے بستی کی طرف اسناد میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی بدبختی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ گویا وہ بستیاں سراسر جرم و عصیان تھیں۔ وہ ظلم اہلِ قریہ کا تھا جسے قریہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے تباہ و برباد کیا کہ وہ کافر و ظالم تھے اور اس لئے بھی تاکہ دوسرے لوگ عبرت پکڑیں کہ کفر و ظلم کی سزا تباہی و بربادی ہے بے شک اللہ تعالیٰ کی گرفت دردناک ہے یعنی جو اس کی گرفت میں آ جاتا ہے وہ سخت درد و کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے طرح طرح کے مصائب اسے اطراف و اکناف سے محصور کر لیتے ہیں پھر اسے نجات کی امید بھی نہیں رہتی * حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن اس کی گرفت کرتا ہے تو پھر اس کا بچنا ناممکن ہو جاتا ہے" پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (روح البیان)

لغوی اشارے * أنبا: خبریں، حقیقتیں۔ نبأ کی جمع۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نبأ کہا جاتا ہے اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبأ نہیں کہتے کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبأ کہلانے کی مستحق نہیں جب تک وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو جیسے وہ خبر جو متواتر ہو یا جس کو اللہ اور رسول نے بیان کیا ہو ● القریٰ: جمع، القریۃ واحد۔ ام القریٰ مکہ، باشندے، بستیاں ● تتبیب: ہلاک کرنا، تباہ و برباد کرنا، ہلاکت تباہی و بربادی، گھٹانا، گھاٹا اور نقصان میں رہنا، بروزن تفعیل مصدر ہے۔ (لغات القرآن)

معلوماتِ مزید * قرآن مجید میں ان بستیوں (اور اقوام) کا ذکر موجود ہے جو عذاب کا شکار ہوئیں اور قہر و غضب کی نذر ہو گئیں ان کے منجملہ حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان قوم جس نے دعوتِ حق کو قبول کرنے سے مسلسل انکار کیا اور کفر و معصیت پر اڑی رہی جس کا خمیازہ ان سرکشوں کو بھگتنا پڑا حضرت نوحؑ کی بددعا کے اثر سے ایسا طوفان آیا کہ ہر جاندار غرق ہو گیا صرف حضرت نوحؑ (اور آپ) کے ساتھی اہلِ ایمان محفوظ رہے ● عاد اولیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پہلی ہلاک ہونے والی قوم تھی ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو دعوتِ حق اور ہدایت کے لئے بھیجا تھا جب قوم عاد نے بجز کفر کے ہر چیز کے ماننے سے انکار کیا تو حق تعالیٰ نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک رکھا۔ پھر ابر سیاہ برسا جس نے قوم عاد کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا حضرت ہودؑ کی نافرمانی کی بنا پر یہ قوم ایسی تباہ ہوئی کہ نافرمانوں کی نسل بھی باقی نہیں رہی حضرت ہود علیہ السلام نزولِ عذاب سے پہلے عاد کی آبادی سے نکل کر چلے گئے تھے ● قرآن مجید میں حضرت صالح علیہ السلام کی دعوتِ تبلیغ اور ثمود کی سرکشی و عدوان اور بالآخر عبرتناک طور پر عذابِ الٰہی سے ان کی ہلاکت کی تفصیلات موجود ہیں ان کے طریق ہلاکت کو قرآن مجید نے کبھی رجفہ (زلزلہ) کبھی صاعقہ (کڑک) اور کبھی صیحہ (چیخ) سے تعبیر کیا ہے۔ ان شدید عذابوں سے کبھی آبادی ہلاک ہوئی علاقہ باقی رہا کبھی آبادی کے ساتھ شہر بھی اجڑ گئے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ
وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ○ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ○
يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ○

البتہ اس بیان میں اس کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے بڑی نشانی ہے۔ یہ ایک ایسا دن ہوگا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور یہ ایک دن ہوگا کہ جس میں سب حاضر کئے جائیں گے ✶ اور اس کو جو ہم نے ہٹا رکھا ہے تو ایک وقت معین تک ✶ جس دن وہ آجائے گا تو کوئی شخص کسی سے اس کی اجازت بغیر کلام بھی نہ کر سکے گا۔ پھر کچھ ان میں سے بدبخت اور کچھ نیک بخت ہوں گے ✶

(ہود ۱۱/ ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵ آیات: ع)

۱۰۳۔ امم ہالکہ یا جن کے قصے ابھی بیان ہوئے ہیں ان میں البتہ واضح عبرت اور بہت بڑی نصیحت ہے اس کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے یعنی اسے آخرت پر ایمان اور اس کے عذاب کا اقرار ہے اور اس سے یوں عبرت حاصل کرتا ہے کہ ان کو عذاب الٰہی نے کیوں کر گھیر لیا اور وہ ایسے عذاب میں اس لئے مبتلا ہوئے کہ ان کے اعمال و کردار بہت برے تھے اور وہ عذاب آخرت کے بھی منکر تھے وہ فنا ے عالم کو بھی محال سمجھتے تھے یہ تمام کاروائیاں فاعل مختار حقیقی کی قدرت نہیں مانتا بلکہ وہ سمجھتا رہا کہ آسمانی فلکیات کی گردش سے ہوا اور یہ حوادث اتفاقی ہوئے اسے کبھی خیال تک نہ آیا کہ یہ مصائب گناہوں کی شامت ہیں اس لئے ایسے واقعات سے کبھی عبرت حاصل نہ ہوئی۔ وَذَٰلِكَ عنوان مذکور یعنی لوگوں کو جمع کرنے کے وصف کے ساتھ یوم قیامت کی طرف اشارہ ہے وہ حاضری کا دن ہے یعنی حساب و کتاب کے لئے اہل السموٰت والارض سب کے سب میدان حشر میں حاضر ہوں گے کوئی بھی اس میدان سے غیب نہیں سکے گا۔ جیاں پر مشہود میدان حشر، الشاھدین سے حاضرین مخلوق اور مشہود فیہ سے وہی دن مراد ہے

(روح البیان)

۱۰۴۔ اور ہم اس دن کو صرف اس لئے پیچھے رکھ رہے ہیں کہ وہ مدت (زندگی) جو اللہ کے نزدیک مقرر ہے پوری ہو جائے۔ اَجَل سے پہلے لفظ انتہا محذوف ہے اَجَل سے پوری مدت زندگی مراد ہے، ختم زندگی کا وقت مراد نہیں کیوں کہ ساعت اختتام میں تعدد نہیں اس کو معدود نہیں کہا جا سکتا۔

(تفسیر مظہری)

● یعنی وہ دن جو سب کی حاضری کا ہے اس کی آمد اور وقوع یقینی ہے اور اسے ملتوی تو صرف ایک معین مدت کے لئے رکھا گیا ہے ✶ شئ معدود کے معنی شئ قلیل کے آتے ہیں (راغب) اور جس طرح ایام معدودۃ مراد ہے ایام قلیلہ کے، اسی طرح لاجل معدود کے معنی ایک مدت قلیل کے ہیں

(ماجدی)

● اللہ کے یہاں ہر بات کے لئے ایک حساب ہے اور ہر معاملے کے لئے ایک مقررہ میعاد۔ جب تک وہ وقت نہ آئے اس بات کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ آخرت کا دن بھی اسی لئے پیچھے ڈال دیا گیا کہ اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہو (ترجمان)

۱۰۵۔ "جب وہ دن آئے گا کوئی بے حکم خدا بات نہ کرے گا" تمام خلق ساکت ہوگی قیامت کا دن بہت طویل ہوگا اس میں احوال مختلف ہوں گے بعض احوال میں تو شدت ہیبت سے کسی کو بے اذن الٰہی بات زبان پر لانے کی قدرت نہ ہوگی اور بعض احوال میں اذن دیا جائے گا کہ لوگ اذن سے کلام کریں گے اور بعض احوال میں ہول اور وحشت کم ہوگی اس وقت لوگ اپنے معاملات میں جھگڑیں گے اور اپنے مقدمات پیش کریں گے" "ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب" حضرت شقیق بلخی قدس سرہٗ نے فرمایا سعادت کی پانچ علامتیں ہیں۔ ۱۔ دل کی نرمی ۲۔ کثرت گریہ ۳۔ دنیا سے نفرت ۴۔ امیدوں کا کوتاہ ہونا ۵۔ حیا۔ اور بدبختی کی علامتیں بھی پانچ ہیں۔ ۱۔ دل کی سختی ۲۔ آنکھ کی خشکی یعنی عدم گریہ ۳۔ دنیا کی رغبت ۵۔ دراز امیدیں اور ۵۔ بے حیائی۔ (حاشیہ کنز الایمان)

لغویات ★ خَافَ: وہ ڈرا، اس نے خوف کیا۔ خَوْفٌ سے، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ● اَجَلٌ: مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت کو بھی اَجَل کہتے ہیں اَجَالٌ جمع ہے ● مَشْهُوْدٌ: اسم مفعول واحد مذکر مرفوع، حاضر کیا گیا یعنی سب لوگ قیامت کے دن اللہ کے روبرو حاضر کئے جائیں گے ● مَعْدُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر شمار ہوا یعنی مقرر۔ عدد، گنتی، شمار، عَدٌّ مصدر (نصر) شمار کرنا اور معدود ہونے سے کبھی کسی چیز کی قلت مراد ہوتی ہے کبھی کثرت مراد ہوتی ہے ● شَقِيٌّ: بدبخت محروم شَقَاوَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَشْقِيَاءُ جمع ● سَعِيْدٌ: نیک بخت سَعَادَةٌ سے جس کے معنی نیک بخت ہونے کے ہیں بروزن فَعِيْلٌ (ل ق)

معلومات مزید ★ دنیا مشتق ہے دنو سے بمعنی قرب سے اور چونکہ وہ حال سے قریب اور بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں، اصل میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آگئی اور استعمال میں دنیا اور آخرت دونوں اسم کی طرح سے جانے لگے (م) ہمیں تین جگہوں پر رہنا ہے کچھ روز تو دنیا میں، کچھ روز قبر میں یعنی عالم برزخ میں اور ہمیشہ آخرت میں۔ دنیا کی ابتداء ہماری پیدائش سے ہے اور اس کی انتہا ہماری موت پر اور برزخی زندگی کی ابتداء مرنے سے اور اس کی انتہاء قیامت پر۔ اُخروی زندگی کی ابتداء قیامت سے اور انتہاء کوئی نہیں بلکہ اس کی بقاء ہمیشہ (ف) برزخی زندگی دنیوی اور اخروی زندگی کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہاں عمل ہی نہ کئے جا سکیں گے اور جزا لہٰذا اسے برزخ کہتے ہیں ★ عالم آخرت کے دو دور ہیں ۳ اعمال
اول مرنے کے بعد سے قیامت تک، دوم قیامت سے ابدالاباد تک۔ پہلے دور کو عالم برزخ کہتے ہیں اور دوسرے دور کو عالم حشر و ابد۔ سوال منکر نکیر، (عذاب) قیامت، میزان، کتاب، حساب، سوال، پل (صراط)، حوض کوثر، شفاعت، جنت، دوزخ سب کا تعلق "وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ" سے ہے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ۝
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝

پھر جو بدبخت ہوں گے تو وہ آگ میں ہوں گے جہاں ان کو چیخنا اور دھاڑنا ہوگا

وہ دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا پروردگار۔ بیشک آپ کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا کرتا ہے جو چاہتا ہے * اور وہ جو خوش نصیب ہیں تو وہ (نعیم) جنت میں ہوں گے ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا رب۔ یہ وہ عطا ہے جو ختم نہیں ہوگی * (11/106 تا 108 * ت ح ع)

106۔ سو جو لوگ شقی ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے دوزخ میں ان کی چیخ و پکار ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا زفیر: سخت آواز اور شہیق: پست آواز۔ ضحاک اور مقاتل نے کہا گدھے کی آواز کی ابتدائی حالت کو زفیر کہتے ہیں اور آواز کی آخری حالت جب آواز لوٹ کر گدھے کے پیٹ میں گھومتی ہے شہیق کہلاتی ہے۔ قاموس میں بھی یہی ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے سانس کا باہر نکالنا زفیر اور سانس کا لوٹا کر اندر لے جانا شہیق ہے لیکن زفیر کا استعمال گدھے کی ابتدائی آواز کے لئے اور شہیق کا استعمال گدھے کی آخری آواز کے لئے ہوتا ہے۔ زفیرہ آہ بھرنے کو کہتے ہیں (تفسیر مظہری)

107۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ دوزخ میں آسمان و زمین کے دوام کی مدت تک رہیں گے۔ بعض اہل نار کو خلود نہ ہوگا۔ ان سے وہ اہل ایمان مراد ہیں جنہوں نے دنیا میں گناہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کئے بغیر مر گئے تو انہیں جہنم میں سزا کے طور پر ایک مدت تک داخل کر کے پھر نکالا جائے گا اور استثناء کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو کافروں کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل رکھے یا چاہے تو فاسقوں کو جہنم سے نکال کر بہشت میں داخل فرمائے (اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے) اس پر کسی کو اعتراض نہیں (روح البیان)

108۔ وہ لوگ جو ازل سے ہی نیک بخت کئے گئے اور اسی نہج پر زہد و عبادت سے اللہ رسول کو راضی کرتے ہوئے انہوں نے زندگی گزاری پس وہ لوگ اللہ کی جنت میں ہی شروع سے ہی ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس جنت میں جب تک کہ جنت کے آسمان و زمین قائم رہیں گے مگر بعض فاسق مسلمانوں کی وہ مدت جو آپ کا رب چاہے کہ جنت میں نہ گزرے بلکہ جہنم میں گزار کر پھر آئیں جنتیوں کو جنت میں آپ کا رب اپنے کرم کریمانہ سے ایسی عطائیں فرمائے گا جو کبھی ختم نہ ہوں گی

ہوں گے۔ بلکہ مسلسل لگاتار ابدالآباد تک ملتی رہیں گی۔ دنیا میں بھی انسان مختلف گروہ، فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ بعض فرقے بہت اچھے بعض برے مگر آخرت میں دو ہی ٹولے ہوں گے ایک جہنمی جن کا ذکر پہلے کیا گیا ایک جنتی جن کا یہاں ذکر ہے۔ اس گروہ کے خلود فی النار میں بھی مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ کی قید ہے اور یہاں بھی۔ سو اس کی تفسیری احتمال وہاں لکھے دیے ہیں۔ یہاں (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ زَفِیْرٌ : چلانا۔ زَفَرَ یَزْفِرُ کا مصدر ہے علامہ خازن بغدادی رقمطراز ہیں "زفیر کی اصل سانس کی اتنی آمد و شد ہے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں اور شہیق سینے کی طرف سانس کا لوٹانا ہے یا زفیر سانس کھینچ کر اس کو سینے سے نکالنا ہے"۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ زفیر حلق میں ہوتی ہے اور شہیق سینے میں"۔ ● شَہِیْقٌ : دھاڑنا، چلانا، سانس سانس کرنا، گدھے کا آواز کرنا، مصدر ہے اس کا فعل باب ضَرَبَ، سَمِعَ اور فَتَحَ تینوں سے استعمال ہوتا ہے ● دَامَتْ : وہ ٹھہری رہی (نَصَرَ ضَرَبَ) دَوَامٌ سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور ایک حالت پر برقرار رہنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب مَادَامَتْ (جب تک رہے) افعال ناقصہ میں سے ہے (ل ق)

تفہیمات مزید ✱ جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں چھپائی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کو ہے ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ جنت کتنی وسیع ہے اس کو اللہ و رسول ہی جانیں۔ اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اس درجہ کی کیا مسافت ہے تو ترمذی شریف میں روایت ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لئے وسیع ہے۔ جنت میں موت نہیں جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا۔ (بہ بش) جنت میں طرح طرح کی نعمتیں موجود ہیں جو نیک لوگوں کو نیکیوں کے صلہ میں فضل الٰہی سے عطا ہوں گی۔ جنت میں اہل جنت کبھی فنا نہ ہوں گے نہ جنتیوں کو کسی قسم کی تکلیف یا رنج و غم ہوگا ✱ دوزخ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے جس طرح اس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمہ ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیت کہ ادراک کی جائے ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔ قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کی سختیاں مذکور ہیں۔ جہنم کے شرارے اونچے اونچے محلوں کے برابر اڑیں گے آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے دنیا کی آگ اس آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے (ایضاً) دوزخ میں آگ، سانپ، بچھو، طوق، زنجیر اور طرح طرح کے عذاب ہیں جو بدکاروں کو بدکاریوں کے عوض میں دیئے جائیں گے دوزخ اور اہل دوزخ کبھی فنا نہ ہوں گے۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ
مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا
لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ۝

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ
أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

تو (اے سننے والے!) نہ ہو جا تو شک میں ان کے متعلق جن کی یہ پرستش کرتے ہیں۔ وہ نہیں پرستش کرتے مگر ایسے ہی جیسے پرستش کرتے تھے ان کے باپ دادا اس سے پہلے۔ اور ہم یقیناً پورا پورا دینے والے ہیں انہیں ان کا حصہ جس میں ذرا کمی نہیں ہوگی ✶

اور بالیقین ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی سو اس میں (بھی) اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات پہلے ہی آپ کے پروردگار کی طرف سے نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے شک کرکے تردّد میں پڑے ہوئے ہیں ✶ بے شک سب ہی ایسے ہیں کہ آپ کا پروردگار انہیں ان کے اعمال کا (عوض) پورا پورا دے گا بے شک جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کا وہ پوری خبر رکھتا ہے ✶ (۱۱/۱۰۹ تا ۱۱۱ ✶ ب: ص ۳۸۴)

۱۰۹۔ جب ہم نے واضح طور پر سابق قوموں کے واقعات اور ان کے برے انجام کی تفصیل سنا دی تو نہ رہ جاؤ شک میں۔ یعنی موجودہ دور کے صنم پرستوں کی وجہ سے بلکہ پورا یقین رکھیے کہ مشرکین گمراہ اور ان کا انجام بربادی ہوگا۔ یہ اسی طرح صنم پرستی کرتے ہیں جیسے ان سے پہلے ان کے آباواجداد کرتے تھے یعنی بطلان اور بری تقلید میں ان کا اور ان کے آباواجداد کا ایک طریقہ ہے ان میں کسی قسم کا فرق نہیں خلاصہ یہ کہ نہ انہیں حق و تحقیق نصیب ہے نہ ان کے آباواجداد کو نصیب تھا۔ اور بے شک ہم پورے طور پر دیں گے ان کے متعین عذاب کا حصہ جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں مقدر ہو چکا ہے یعنی جیسے ہم نے ان کے آباواجداد کو مقرر کردہ عذاب مکمل طور پر دیا ایسے ہی انہیں بھی خلاصہ یہ کہ جیسے انہوں نے اپنے جرائم کی پوری سزا پائی یہ بھی اپنے کردار کی سزا بھگتیں گے۔ (روح البیان)

۱۱۰۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی (یعنی توریت) پھر اس میں اختلاف کیا گیا کسی نے اس کو مانا تصدیق کی (اور) کسی نے نہ مانا تکذیب کی۔ قرآن کی تصدیق و تکذیب کوئی نئی بات نہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) کو جو توریت دی گئی تھی اس کو ماننے نہ ماننے میں ایسے ہی اختلاف ہو گیا تھا اور اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا قطعی فیصلہ دنیا ہی میں ہو چکا ہوتا

یعنی اگر قیامت تک مہلت دینے کا اللہ کا (ازلی) حکم نہ ہو گیا ہوتا تو حق پرست اور باطل پرست کا
فیصلہ نہیں ہو چکا، حق پرست کو بچا لیا جاتا اور باطل پرست پر عذاب آ جاتا۔ اور وہ (یعنی
کفار مکہ) قرآن (یا عذاب) کی طرف سے شک میں مبتلا ہیں جو ان کو متردد بنائے ہوئے ہے (تفسیر مظہری)

۱۱۱۔ "اور بے شک جتنے ہیں، تمام خلق تصدیق کرنے والے ہوں یا تکذیب کرنے والے روزِ قیامت"
"ایک ایک کو تیرا رب اس کا عمل پورا پورا دے گا۔ اسے ان کے کاموں کی خبر ہے۔" اس پر کچھ مخفی
نہیں۔ اس میں نیکوں اور تصدیق کرنے والوں کے لئے تو بشارت ہے کہ وہ نیکی کی جزا پائیں گے اور
کافروں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے وعید ہے کہ وہ اپنے عمل کی سزا میں گرفتار ہوں گے۔ (حاشیہ کنزالایمان)

لغوی اشارے * مُرِیْبٍ: اسم مصدر، تردد۔ یہ شک اور ریب سے خاص ہے۔ گویا ایسا شک جس سے
تردد پیدا ہو جائے اس کو مریۃ کہتے ہیں (راغب) اِمتراءٌ شک میں پڑنا، مُماراۃٌ اور مِراءٌ بمعنی
جب آدمی شک میں ہو اس میں جھگڑا کرنا ● مَنْقُوصٍ: اسم مفعول واحد مذکر نَقْصٌ مصدر باب
نصر۔ کم کیا ہوا، غیر منقوص کا معنی پورا پورا۔ نَقْصٌ، نُقْصَانٌ، تَنْقَاصٌ مصدر باب نصر
کم ہونا، کم کرنا (لازم و متعدی) نَقِیْشٌ صفا پانی، پاکیزہ، خوشبودار چیز، نَقِیْصَةٌ سخن چینی
عیب جوئی، بری عادت ● مُرِیْبٍ: اسم فاعل واحد مذکر، اِرَابَۃٌ باب اِفعال۔ ریب مادہ، متردد بنانے (ر ی ب)
والا، تردد کرنے والا۔ بے چین کر دینے والا ● خَبِیْرٌ: خبردار، دانا خبرٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ

مفہومات مزید * شقی و سعید دونوں گروہوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ان میں کسی
قسم کی کمی بیشی نہ ہو گی یعنی جزاء اور سزا اعمال کے موافق دی جائے گی۔ یہ بدلہ یا عوض اس طرح
ہو گا کہ ہر ایک بد بخت شقی جن کی نافرمانی، سرکشی، کفر و عصیان اور برائیوں کا پورا بدلہ انہیں
ملے گا کوئی بد اعمال اپنی بدی کسی کو نہیں دے پائے گا اپنے شرک و کفر، اعمال بد کا خمیازہ وہ خود
بھگتے گا اس کے حصہ کی پوری آتش اور جہنم اسے ملے گی اور نیک، فرمانبردار، صالح اور سعادت مند
کو اس کی اچھائیوں، خوبیوں اور صالحیت کی کامل جزا عطا ہو گی نیک کو اس کے حصہ کی پوری
جنت دی جائے گی البتہ وہ نیکی بخشتے تو پس اس کے اجر و ثواب میں کمی نہیں ہو گی۔ یہ پوری عطا
بھی قدرت الٰہی اور شان کریمی ہے۔ کوئی شخص چھوٹی چیونٹی کے وزن برابر بھی یا اس سے بھی کم نیکی
کرے گا تو اس کی جزا پائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تھوڑی بھلائی کو بھی
حقیر نہ سمجھو خواہ اتنا ہی کہ اپنے بھائی سے شگفتہ روئی سے پیش آؤ (مسلم بروایت حضرت ابوذرؓ)
اور جو برے اعمال میں مبتلا ہوا اسے اس کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی
اس کو اس بدی کی سزا اٹھانی پڑے گی۔ آدمی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور چھوٹا بڑا کوئی گناہ نہ کرے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ
ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ
الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝

تو آپ مستقیم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم ہوا ہے (اور وہ لوگ بھی)
جو تائب ہو کر آپ کے ہمراہ ہیں اور تم لوگ سرکشی نہ کرو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اس کو وہ خوب
دیکھ رہا ہے
اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حامی نہیں پھر مدد
نہ پاؤ گے ✱ اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں نیکیاں
برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو (۱۱/۱۱۲ تا ۱۱۴ ✱ ت ، م ، ک)

۱۱۲ - "تو قائم رہو" اپنے رب کے حکم اور اس کے دین کی دعوت پر "جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے
ساتھ رجوع لایا ہے" اور اس نے تمہارا دین قبول کیا ہے وہ دین و طاعت پر قائم رہے۔ مسلم
شریف کی حدیث میں ہے سفیان بن عبداللہ ثقفی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ
مجھے دین میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر کسی سے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے۔ فرمایا
"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہہ اور قائم رہ" اور اے لوگو سرکشی نہ کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (حاشیہ کنز الایمان)

۱۱۳ - "اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ اس میلان کی وجہ سے تم کو بھی آگ لگ جائے گی" حضرت
ابن عباسؓ نے فرمایا رکون سے مراد ہے محبت اور دل کا جھکاؤ یعنی دل سے مائل نہ ہو۔ ابو العالیہ نے
کہا "ظالموں کے اعمال کو پسند نہ کرو"۔ سدی نے کہا "ظالموں کے معاملہ میں چشم پوشی اور مداہنت نہ کرو"۔
عکرمہ نے کہا "ظالموں کا کہنا نہ مانو"۔ بیضاوی نے لکھا ہے "ادنیٰ جھکاؤ بھی ظالموں کی طرف نہ کرو"۔
رکون کا معنی ہے ادنیٰ میلان مثلاً ظالموں کا طور طریق اختیار کرنا، ان کا ذکر تعظیم
کے ساتھ کرنا یہ ادنیٰ میلان ہے۔ بیضاوی لکھتے ہیں جب ظالموں کی طرف ادنیٰ جھکاؤ کا نتیجہ
دوزخ ہے تو سمجھو کہ خود ظلم کرنے اور ظلم میں منہمک رہنے کا کیا نتیجہ ہوگا ✱ اور اللہ کے مقابلہ میں
تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ پھر تمہاری مدد کہیں سے بھی نہ کی جائے گی۔ مددگار جو عذاب کو
دفع کر سکیں پھر اللہ تمہاری مدد نہیں کرے گا کیونکہ تم کو عذاب دینے کا حکم ازلی فیصلہ ہو چکا ہے
"ثُمَّ" استبعاد کے لئے ہے یعنی اللہ کی طرف سے تمہاری مدد ہونی بہت بعید نا ممکن ہے یا
کسی طرف سے بھی تمہاری مدد ممکن نہیں جس کو اللہ عذاب دینا طے کر لے اس کی مدد کون کر سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

2243

۱۱۴۔ دن کا ایک کنارہ صبح اور دوسرا شام ہے۔ اس آیت میں صبح، مغرب اور عشاء کی نمازوں کا حکم ہے اگر یہ سورت (واقعہ معراج) سے پہلے نازل ہوئی ہو تو پھر اس آیت سے نماز پنجگانہ کا ثبوت تلاش کرنا قبل از وقت ہو گا کیوں کہ صلوات خمسہ کی فرضیت تو شب معراج میں ہوئی ✱ نیکیوں کا دوگنا وفر ہوتا ہے ایک تو یہ کہ وہ بذات خود نیکی ہے اور اس پر اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں دوسرا وہ برائیوں کے ان اثرات کے ازالہ کے لئے بھی اکسیر کا کام دیتی ہے جو انسان سے وقتاً فوقتاً صادر ہو جاتی ہیں چنانچہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کرنے کے لئے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ اے صحابہ اگر کسی آدمی کے گھر کے سامنے سے نہر گزرتی ہو وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بالکل پاک صاف ہو جائے گا اس کے جسم پر میل کچیل کا نشان تک باقی نہ رہے گا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسی طرح جو آدمی دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بالکل باقی نہیں رہتے (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✱ اِسْتَقِمْ: تو سیدھا چلا جا، تو قائم رہ، تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ● تَطْغَوْا: تم زیادتی کرو، تم حد سے بڑھو، تم سرکشی کرو (صیغہ نصر) طُغْيَانٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تَطْغَوْا (تم زیادتی نہ کرو، تم سرکشی نہ کرو) صیغہ نہی ہے۔ تَرْكَنُوْا: تم جھکو، تم مائل ہو، رُكُوْنٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر لَا تَرْكَنُوْا (تم مت جھکو، تم مائل نہ ہو) فعل نہی ہے۔ ● حَسَنٰتٌ: خوبیاں، بھلائیاں، نعمتیں، نیکیاں، حَسَنَةٌ کی جمع۔ ● سَيِّئَةٌ: برائی، گناہ، فعل بد، حَسَنَةٌ کی ضد ہے۔ ● ذِكْرٰى: ذکر، یاد، پند، نصیحت، بیان (ل ق)

مفہومات مزید ✱ استقامت کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے عقائد، اعمال، عبادات اور معاملات وغیرہ عقائد کی استقامت ایمان اور اس سے متعلق جملہ عقائد حقہ پر یقین کامل کے ساتھ قائم رہنا۔ اعمال کی استقامت یعنی کتاب وسنت پر قائم رہنا۔ احکام قرآن وسنت یعنی شریعت مطہرہ کی پابندی اس میں زیادتی کرنا نہ کمی کرنا۔ عبادات ومعاملات کی استقامت یہ ہے کہ ان کے حقوق کو ان کے حقوق کے موافق ادا کرنا۔ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "استقامت سے مراد یہ ہے کہ اوامر ونواہی پر قائم ہو جائے (راہ مستقیم سے ادھر ادھر نہ مڑے) استقامت کا درجہ کرامت سے اونچا ہے اقرار توحید وربوبیت کے بعد استقامت کا درجہ ہے۔ استقامت سے مراد اعتدال ہے یعنی کسی طرز اور طرف منحرف نہ ہونا کج روی اختیار نہ کرنا اعتقادیات میں نہ اخلاق میں نہ اعمال میں۔ استقامت کا لفظ بڑا جامع ہے جو تمام احکام شرعیہ کو حاوی ہے۔ اوامر کی ادائیگی اور نواہی وممنوعات سے اجتناب آثر یا نہیں اور دوام کے ساتھ ہو تو استقامت کا لفظ اس کو محیط ہے۔ بلاشبہ زبان سے یہ کہنا کہ میرا رب خالق کرنی معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے بہت سہل ہے لیکن تمام زندگی اس پر ثابت قدم رہنا معنی استقامت بڑے حوصلہ اور ہمت کی بات ہے جو صاحبان استقامت ہیں وہ کہ تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے [illegible]

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ
إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا
مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝

اور صبر کرو کہ اللہ نیکوں کا نیگ ( ) ضائع نہیں کرتا۔ *

پھر تم سے پہلے قرنوں (قرن۔ زمانہ یعنی پہلی امتوں میں سے اچھے لوگ کم اٹھے اور پہلی امتوں میں سے وہی امتیں مراد ہیں جو ہلاک ہوئیں۔) میں سے کچھ ایسے (عمدہ) لوگ کیوں نہ ہوئے ہوتے کہ جو زمین پر فساد کرنے سے منع کرتے مگر کچھ تھوڑے لوگ کہ جن کو ہم نے ان میں سے بچا لیا تھا (ایسے بھی تھے) اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی وہ تو انہیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہ گئے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ تھے بھی بدکردار * اور آپ کا رب تعالیٰ ایسا نہیں کہ ناحق بستیوں کو ہلاک کر ڈالے حالانکہ وہاں کے لوگ نیک ہوں

(11/115 تا 117 * ت: ک ح)

115۔ جس طرح کہ استقامت کے لئے پہلی شرط نماز ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا استقامت کر ہی نہیں سکتا اسی طرح دوسری شرط استقامت کی صبر ہے لہٰذا نماز کے حکم کے بعد فرمایا "وَاصْبِرْ" اور اے پیارے نبی صبر پر قائم رہیئے یا اے امت نبی کریم صبر کر * قرآن مجید میں اکثر امر کے صیغے سے خطاب واحد کے صیغے سے ہوتا ہے اور ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حقیقتاً حکم امت کو ہوتا ہے اور نہی کا صیغہ بھی اسی طرح امت کو ہی ہوتا ہے بجز تنزیہات کے یہاں بھی اسی اسلوب سے ہے کہ اے مسلمان صبر کر دنیا کی مصیبتوں پر دنیا سے شکوہ نہ کر کیونکہ اس صبر کا بھی بڑا اجر ہے "مگر آخرت میں ملے گا ضرور" اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہ ضائع ہونے دے گا یا نہ ضائع کرے گا نیکوں کا بدلہ ذرہ ذرہ بدلہ ملے گا۔ نماز ہو یا روزہ یا صبر یا اچھے اخلاق... لفظ احسان سب کو شامل ہے

(بحوالہ اشرف التفاسیر)

116۔ جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو دوسروں کو ملک میں انتشار پیدا کرنے (یعنی شرک و کفر) سے منع کرتے بَقِیَّة (وہ شے جس کو باقی رکھا جائے یا وہ شے جو باقی رہے) سے مراد ہے عقل و خرد اور فضیلت۔ جو چیزیں آدمی باقی رکھتا ہے۔ یا جو باقی رہنا چاہیے ان میں عقل و دانش ہی سب سے اعلیٰ چیز ہے (جسمانی طاقت و صحت اور مال وغیرہ کا درجہ دانش و عقل سے کم ہے) اگر کسی میں کوئی اچھی بات اور بھلائی ہو تو اس کو ذو بقیۃ کہا جاتا ہے

اور اگر کوئی برگزیدہ اور اعلیٰ طبقہ میں سے ہو تو کہا جاتا ہے هُوَ مِنْ بَقِيَّةِ الْقَوْمِ ... یہاں أُولُوا بَقِيَّةٍ
کا معنی (یہ لیں) ہوا اپنے اوپر رحم کرنے والے اور اپنی جانوں کو عذاب سے محفوظ رکھنے والے * سوائے
تھوڑے آدمیوں کے جن کو ہم نے بچا لیا یعنی سوائے ان لوگوں کے جو انبیاء کے متبع تھے اور لوگوں کو زمین
میں تباہی پھیلانے سے روکتے تھے * اور جو لوگ نافرمان تھے اور جس ناز و نعمت میں تھے اس کے پیچھے
پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے * مجرمین سے مراد ہیں کافر۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۱۱۷ - اور (یاد رکھو!) ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تمہارا پروردگار آبادیوں کو ناحق ہلاک کر دے اور اس
کے باشندے سنوارنے والے ہوں۔ (ت) اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر تم اپنی راہ میں مستقیم رہو
اور ایک گروہ داعیانِ حق کا پیدا کر لیا تو یہ سرزمین عذابِ استیصال سے محفوظ رہا کی
یعنی ایسے عذاب سے جو یک قلم نابود کر دینے والا ہو جیسا کہ پچھلی قوموں میں آ چکا ہے (بحوالہ ترجمان القرآن)

لغوی اشارے * يُضِيعُ : واحد، مذکر، غائب، مضارع منفی مرفوع إِضَاعَةٌ مصدر (افعال)
وہ نہیں ضائع کرتے" تا "، وہ گشتاں نہیں کرتے تا۔ منفی منصوب کہ ضائع کر دے کہ اکارت کر دے ●

أَجْر : مزدوری، ثواب، مہر، بدلہ۔ أُجُور جمع ● الْقُرُونِ : جمع، حالت جر، الْقَرْنُ واحد۔ وہ
قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو ● بَقِيَّةٍ : بچی ہوئی چیز، باقی ماندہ، باقی رکھا ہوا (ل ق)

معلوماتِ مزید * صبر یعنی سہنا، تحمل، جمے رہنا، تنگی میں روکے رکھنا۔ صبر کے معنی "مفردات" میں یوں بیان
ہوئے ہیں کہ اس طرح روکے رکھنا جس طرح کہ عقل اور شرع کا تقاضہ ہے یا عقل و شرع جس چیز
سے نفس کو روکنے کے مقتضی ہیں اس سے روک دینا۔ صبر ایک عام لفظ ہے جس کے مختلف مواقع کے لحاظ
سے مختلف نام ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی مصیبت پر جی کو تھاما جا رہا ہے تو یہ صبر کے سوا اور کسی نام سے موسوم نہیں ہوتا *
صبر مصیبتوں کا اخلاقی مقابلہ ہے کنز الایمان میں ہے کہ انسان عزم حق پر اور عدل پر بغیر اس کے قائم نہیں
رہ سکتا صبر کی قسموں میں ایک تو یہ ہے کہ شدت و مصیبت پر نفس کو روکنا، دوسری طاعت و عبادات کی
مشقتوں میں مستقل رہنا اور تیسری گناہوں کی طرف مائل ہونے سے طبیعت کو باز رکھنا * روزہ
میں نفس کو خواہشات سے روکنا ہوتا ہے اسی لئے روزہ کو صبر سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مظہری میں ہے کہ
اللہ پر توکل کر کے خوشی اور حاجت روائی کا انتظار کرنا، اپنے نفس کو فریاد اور جزع و فزع سے روکنا
اپنے نفس کو معاصی سے بچانا اور طاعات پر جمانا اور بہت سے معانی کو شامل لفظ صبر ہے * تنگی اور
ناخوشگواری کی حالت میں اپنے کو روکنا، نفس کو عقل پر غالب نہ آنے دینا اور اپنا قدم دائرہ
شریعت سے باہر نہ نکالنا، ہجوم مشکلات و مصائب میں نہ گھبرانا، ثابت قدم رہنا، دل کو قابو میں رکھنا
صبر کی مختلف شکلیں ہیں۔ صبر کا بڑا اور خاص اجر و ثواب ہے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۚ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ
الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّ
ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

* اور اگر آپ کا رب تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی گروہ کر دیتا (لیکن) وہ ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہیں گے * مگر وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا (وہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے) اور اسی (رحمت) کے لئے انھیں پیدا فرمایا ہے اور پوری ہو گئی آپ کے رب کی (یہ) بات کہ میں ضرور بھر دوں گا جہنم کو جن و انسان (دونوں) سے * اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے (پہلے) پیغمبروں کی سرگزشت یہ اس لئے ہیں کہ پختہ کر دیں ان سے آپ کے قلب (مبارک) کو اور آیا ہے آپ کے پاس اس سورۃ میں حق اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے اہل ایمان کے لئے *(۱۱) ۱۱۸ تا ۱۲۰ * ت: ع: ضیا

۱۱۸ ۔ ابتدائے آفرینش سے کفر و اسلام کا اختلاف اور برائی جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور اگر چاہتا آپ کا رب تو مشیت الٰہی کے مطابق اللہ بنا دیتا تمام لوگوں کو ایک ہی امت جو متفقہ طور پر دین اسلام پر قائم رہتے نہ اختلاف ہوتے نہ جھگڑے نہ قتل و غارت نہ نفس امارہ کے شرارے ہوتے نہ (کم و بیش) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام تشریف لاتے نہ آتی کتب آسمانی آتیں نہ علماء اور اولیاء ہوتے نہ مناظرے و مکالمے ہوتے ۔ لیکن حکمت الٰہی یہ نہ تھی کہ سب آدمی ایک گروہ بنے رہیں اور جس کی اللہ نے ٹھہرائی ہے ایک ملک حکمت و رضا تو تھی ان پر حکم ہوا اور نہ زائل ہوں گے یعنی تا قیامت یہ انسان اختلاف کرتے ہی رہیں گے اس لئے کہ یہ انسان فطری طور پر اسی لائق ہیں ان کا خمیر ایسا ہی ہے نہیں کہ انھیں اتفاق ہو " اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ " مگر وہ شخص محفوظ ہیں کہ جھگڑوں سے بچے گا جس پر آپ کا رب رحم کرے گا ۔ جو انبیاء کرام کے بارے میں قرآن و حدیث اور دین حق میں جھگڑا نہ کریں گے ۔ چونکہ بندہ کا کام اپنے مولا کی رضا سے حاصل ہوتا ہے اس لئے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے کے تحت ہو رہا ہے محکوم ہے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ۔ اِلَّا سے مستثناء متصل ہے کہ یوں کہ کفر بہت قسم ملے مگر ہر دور میں صراط المستقیم قائم دائم چمکتا دمکتا رہا ۔ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کفر کے فرقے تھے اب اسلام کے تہتر فرقے ہیں * قانون شرعی میں پہلے ہر فعل پر مشیت ہوتی ہے پھر ارادہ پھر حکم پھر نفاذ ۔ رضاء الٰہی ان سب سے علیحدہ ہے بعض جگہ مشیت ہوتی ہے رضا نہیں ہوتی اور بعض جگہ رضا ہوتی ہے تو مشیت اس کے بعد ہوتی ہے ۔ بہرحال یہ سب کچھ حکمت الٰہی کے تحت ہی ان ہی منشور پر ہے اختلاف انسانی ہے اگر اختلاف سے مراد حق و باطل کا اختلاف ہے تو مستثنیٰ متصل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۔ اور اگر فروعی اختلاف مراد ہے جیسا کہ مجتہدین یا علماء اہلسنت کا آپس میں اختلاف تو مستثنیٰ منقطع ہے اور آیت کی تفسیر اس طرح ہوتی کہ لوگ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر اللہ کا رحم ہوگا وہ زیادہ درستی پر ہوں گے اور باقی پر بھی رحم ہوگا اگرچہ کم درجہ پر (خلاصہ از التفاسیم)

۱۱۹۔ سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے راہِ مستقیم کی ہدایت کر دے یہ لوگ تو صحیح عقائد اور اوامرِ الٰہیہ کی تعمیل پر متفق رہیں گے باقی گمراہ گروہ اور اشخاص اختلاف کرتے ہی رہیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں بائیں کچھ خطوط ترچھے اور کھینچے اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں ان میں ہر راستہ پر شیطان بیٹھا اپنی طرف بلا رہا ہے۔ (نسائی، دارمی)

* اور اسی کے لئے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے یعنی رحمت کے لئے ہی ان کی پیدائش کی ہے۔ فراء نے کہا کہ اللہ نے اہلِ رحمت کو رحمت کے لئے اور اہلِ اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا * اور آپ کے رب کی بات پوری ہو گئی۔ کلمہ سے مراد ہے حکم یا وہ قول جو فرشتوں سے فرمایا تھا۔ کہ میں جہنم کو (نافرمان) اور جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ (بحوالہ مظہری)

۱۲۰۔ "اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں" اور انبیاء کے حال اور ان کی امتوں کے سلوک کو دیکھ کر آپ اپنی قوم کی ایذا کو برداشت کرنا اور اس پر صبر فرمانا آسان ہو۔ "اور اس صورت میں تمہارے پاس حق آیا" (اور انبیاء اور ان کی امتوں کے تذکرے واقعے کے مطابق بیان ہوئے جو دوسری کتابوں اور دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں یعنی جو واقعات بیان فرمائے گئے وہ حق کہی ہیں" اور مسلمانوں کو پند و نصیحت" یعنی گزری ہوئی امتوں کے حالات اور انکے انجام سے عبرت حاصل کر لیا۔ (بحوالہ کنز الایمان)

لغوی اشارے * تَمَّتْ: پوری ہوئی، پوری ہو گئی۔ تمام سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ● انباء: خبریں، حقیقتیں۔ نبأ کی جمع جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نبا کہا جاتا ہے اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبا نہیں کہتے کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبا کہلانے کی مستحق ہی نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ اور رسول نے بیان کیا ہو (ل ق)

معلوماتِ مزید * موعظہ حسنہ اس پند و نصیحت کو کہتے ہیں جس سے خیر و صلاح کی یاد دہانی اس اسلوب سے ہو کہ مخاطب دل میں موم ہو جائیں۔ اندازِ خطابت یوں ہو کہ نقطہ نظر سے اخلاص و محبت کے چشمے ابلیں اس کے لئے علم و آگہی، مکارمِ اخلاق اور محاسن و فضائل ضروری ہیں (ض) موعظت حسنہ رفق و ملاطفت پر مبنی ہو، درشتی اور تلخی سے احتراز کر کے نرم اور مشفقانہ لب و لہجہ اختیار کرنا اس کے مؤثر ہونے کی علامت ہے وعظ و نصیحت کا ایک اہم ذریعہ تقریر و خطابت ہے لغوی اعتبار سے خود خطبہ کے معنی وعظ و نصیحت کے ہیں روایتی طور پر خطبے میں عموماً وعظ و تذکیر اور نیکی کی تلقین کی جاتی ہے۔ خطابت پیغام رسانی کا ایک مؤثر وسیلہ ہے جس کا قاعدہ وضاحت ہے۔ پیغامِ حق کو کھول کر واضح طور پر بیان کرنا دراصل موعظت کے مقصد کی تکمیل ہے۔ وعظ و نصیحت کے علو مرتبت منصب پر فائز، علماء، (صوفیہ) خطباء، فاضلین، مبلغین، مصلحین اور مقررین کی لوگوں میں بے حد عزت ہوتی ہے اور ان کی بڑی قدر و منزلت اور احترام و اکرام کیا جاتا ہے ان حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے لحاظ سے مخاطب ہوں (قرطبی) اہلِ علم فرماتے ہیں کہ خوبی خطابت زیورِ انسانیت ہے۔ تکلم و خطابت میں تکلف اور تصنع نہ ہو۔ سادہ سلیس اور دلکش اسلوب۔ راست گوئی، اصلاح نفس اور نیک اعمال کے لئے مخلصانہ تڑپ موعظت کو اثر بخش بناتی ہیں۔

1248

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝

وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ

كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۲۳

اور آپ فرما دیجئے ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنی جگہ پر عمل کئے جاؤ ہم بھی عمل کر رہے ہیں ★

اور تم انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں ★ اور اللہ ہی کے لئے ہیں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور سارے امر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔ (۱۱/ ۱۲۱ تا ۱۲۳ ★ ت: م) (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!)

۱۲۱۔ معلوم ہو چکا کہ انبیاء سابقین نے کیا فرمایا اور قوم نے کیا جواب دیا۔ بالکل اسی طرح کا سلوک آپ کے ساتھ بھی ہو رہا ہے لہٰذا ضرور ہے کہ آپ بھی ہر طرح ان کو سمجھا چکے سابقہ قوموں کے حالات و انجام الموں نہ لیں بس سنتے مگر بجائے نصیحت پکڑ کر ایمان لانے کے ان کی خباثتیں اور ایذائیں مسلمانوں پر زیادہ ہوتی جا رہی ہیں لہٰذا جس طرح انبیاء سابقین نے اپنی قوموں سے آخری کلام فرمایا آپ بھی فرما دیجئے ان لوگوں کو جو اہل مکہ ہیں سے ایمان نہیں لاتے اس دین حق پر نہ تو اعظ حسنہ سے اثر لیتے نہ تذکروں سے عبرت پکڑتے ہیں کہ اے کافرو! تم اپنے ٹھکانوں یا اپنی حالت یا اپنی سرکشی سے کفر یہ اعمال کئے جاؤ۔ بے شک ہم مسلمان اپنے حال پر اپنے دین پر اعمال کئے جاتے ہیں۔ تم نصیحت نہیں پکڑتے تو نہ پکڑو ہم تو نصیحت ماننے والے سچے دل کے لوگ ہیں اے ہم کو تمہاری ایذاؤں، سختیوں، بکواسوں اور طعنوں کی پرواہ نہیں ہے نہ ہم تمہاری ان گستاخیوں سے غمگین ہوا کریں کہ ہمارے پروردگار نے سابقین کے قصوں کے وسیلہ اور بلا وسیلہ ہمارے دلوں کو مطمئن، پرسکون اور مضبوط فرما دیا ہے۔ (مراد اشرف التفاسیر)

۱۲۲۔ تم منتظر رہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ چنانچہ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو خدا کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا۔ (ابن کثیر)

● انتظار سے مراد نتائج اعمال کے ظہور کا انتظار ہے (تفسیر ماجدی)

۱۲۳۔ آسمانوں اور زمین میں جو شے غائب ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے (یعنی اللہ تعالیٰ سے کچھ غائب نہیں اسے ہر شے کا علم ہے) بندوں سے اس کا علم مخفی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے علم کی یہ شان ہے (کہ کائنات کی کوئی شے اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے) تو پھر تمہارے اعمال اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔ قیامت میں جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ایسے ہی اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اور کفار کے جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے وہیں پر اللہ تعالیٰ کفار کو سزا دے گا اور آپ کے ماننے والوں کو اجر و ثواب اس لئے آپ صرف اسی کی عبادت و اطاعت کیجئے اور امر توحید پر استقامت فرمائیے اور اسی پر توکل کیجئے اور اپنے جملہ امور اسی کے سپرد فرمائیے اسی لئے وہی آپ کو کافی ہے اور کفار کے جملہ شرور سے وہی آپ کو محفوظ فرمائے گا۔ آپ کھلے دل سے اس کے بھیجے ہوئے احکام کی تبلیغ کیجئے کسی کی عداوت و شرارت و مخاصمت کو دل میں نہ لائیے توکل کو عبادت کے بعد ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ توکل

بیکار ہے جو عبادت کے لائق ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کردار سے بے خبر نہیں۔ تمہارے اور کفار کے تمام اعمال کو جانتا ہے
اللہ تعالیٰ ہر ایک کے عمل کو جانتا ہے اس سے آسمانوں اور زمین کا ذرہ ذرہ پوشیدہ نہیں اسی لئے ہر ایک کو عمل
کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے * مَكَانَتِكُمْ : مکانۃ مضاف کم مضاف الیہ۔ معنی مکان جیسے مقامۃ اور مقام ہر حالت یعنی تم
اپنی حالت پر رہو جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو ● مُنْتَظِرُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع انتظار مصدر، نظر مادہ،
باب افتعال، انتظار کرنے والے، انجام کو تکنے والے ● تَوَكَّلْ : تو بھروسہ کر، تو اعتماد کر، تو توکل کر۔ (ل ق)